عقیدہ ظہورِ مہدی

احادیث کی روشنی میں

تالیف

حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی شہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدۂ
ظہورِ مہدی
احادیث کی روشنی میں

سن طباعت
۱۴۲۸
2007

مکتبہ شامزی
نزد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
0300-9235105

حرفے چند

پیش نظر کتاب والد صاحب حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ نے اب سے کو
چھبیس سال قبل ۱۴۰۲ھ میں تحریر فرمائی تھی، کتاب لکھنے کا باعث کیا تھا؟ حضرت والد صاحبؒ نے ا
بارے میں تفصیل سے کتاب کی ابتدا میں تحریر فرمادیا ہے، اس کتاب کو عوام اور علماء دونوں می
مقبولیت حاصل ہوئی، موضوع اور مواد کے لحاظ سے یہ اردو کی اولین کتابوں میں سے ہے، چنانچہ اس
کتاب کے متعلق جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

> ''غالباً ان کی سب سے پہلی کتاب مہدیٔ منتظر کے بارے میں تھی
> جس میں انہوں نے ان تمام احادیث کی تحقیق کی تھی جن میں امام مہدی کی
> تشریف آوری کی خبر دی گئی ہے، اس موضوع پر اب تک جتنی کتابیں یا مقالے
> میری نظر سے گذرے ہیں، ان کی یہ تالیف ان سب کے مقابلے میں کہیں زیادہ
> محققانہ اور مفصل تھی اور میں نے اس سے بڑا استفادہ کیا''۔

اس کتاب کے بیسیوں ایڈیشن آپؒ کی زندگی میں شائع ہوئے، آپؒ کی شہادت کے بعد ی
کتاب از سر نو کمپیوٹر کتابت کرا کے شائع کی جا رہی ہے، ہمارا ارادہ ہے کہ مفتی صاحبؒ کی تمام علمی او
قلمی کاوشوں کو بتدریج منظر عام پر لاتے رہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائیں
اور دین کو غلبہ اور سربلندی عطا فرمائیں، آمین بحرمۃ سید المرسلین۔

تقی الدین شامزی
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

گذارشات

۱۔ آئندہ اوراق میں جو مضمون آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، اس کا تعلق عقیدۂ ظہور مہدی سے ہے۔ اس مضمون میں، میں نے یہ کوشش کی ہے کہ صحیح احادیث، محدثین اور متکلمین کے اقوال کی روشنی میں امت کا چودہ سو سالہ پرانا عقیدہ جس کا تعلق امام مہدی کے ظہور سے ہے پیش کروں۔ اور اس مسئلے کے متعلق حتی الامکان جتنا بھی منتشر مواد ہے، اس کو جمع کردوں، اپنی اس کوشش میں میں کہاں تک کامیاب رہا اس کا فیصلہ تو پڑھنے والے کریں گے۔ میں نے اپنے طور پر پوری کوشش کی ہے کہ اس مسئلے کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ رہے۔

۲۔ اس مضمون کا شانِ ورود کچھ یوں ہے کہ جنوری ۱۹۸۱ء کے ''اردو ڈائجسٹ'' میں اختر کاشمیری صاحب کا ایک مضمون آیا تھا جس کے متعلق اس وقت جامعہ فاروقیہ کے دارالافتاء میں متعدد سوالات آئے جن کے مختصر جوابات دیئے گئے۔ لیکن اپنے طور پر اس مسئلے کی تحقیق صحیح احادیث کی روشنی میں شروع کی کہ اس مسئلے کی پوری حقیقت واضح ہوجائے۔

چنانچہ متعدد احادیث جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے، مل گئیں جن کو میں نے ایک مضمون کی شکل میں جمع کرنا شروع کیا، کچھ کام کرنے کے بعد مضمون

کی ایک قسط قومی ڈائجسٹ ہی میں اشاعت کیلئے بھیجی گئی لیکن شائع نہیں ہو سکی۔ اس کے بعد کچھ مہربان دوستوں کی طرف سے ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے مضمون کی تکمیل کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس کی تکمیل کی توفیق بخشی۔ والحمد للہ علی ذالک

۳۔ زیرِ نظر مضمون میں زبان و بیان کی بہت سی غلطیاں آپ کی نظر سے گذریں گی، لیکن امید ہے کہ آپ اس قسم کی غلطیوں سے درگزر اور صرفِ نظر کریں گے، کیوں کہ میری مادری زبان اردو نہیں ہے۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلوب ہے صدف سے کہ گہر سے

والسلام
نظام الدین شامزئی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

الامام المہدیؑ[۱]

حضرت امام مہدی سے متعلق احادیث مطالعہ فرمانے سے قبل ان کا مختصر تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:-

حضرت امام مہدی کا نام اور نسب اور ان کا حلیہ شریف

حضرت امام مہدی سیّد اور اولادِ فاطمہ زہرا میں سے ہیں اور آپ کا قد وقامت قدرے دراز، بدن چست، رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے مشابہ ہوگا۔ نیز آپ کے اخلاق پیغمبرِ خدا ﷺ سے پوری مشابہت رکھتے ہوں گے۔ آپ کا اسم شریف محمد والد کا نام عبداللہ، والدہ صاحبہ کا نام آمنہ ہوگا۔ زبان میں قدرے لکنت ہوگی، جس کی وجہ سے تنگدل ہو کر کبھی کبھی ران پر ہاتھ ماریں گے۔

آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا، سید برزنجی اپنے رسالہ الاشاعت میں تحریر کرتے ہیں کہ تلاش کے باوجود مجھ کو آپ کی والدہ کا نام روایات میں کہیں نہیں ملا۔

---

۱ یہ مضمون حافظ مولانا محمد بدر عالم صاحب کی کتاب ترجمان السنۃ جلد نمبر ۴ ص ۳۷۲ تا ۳۷۶ سے ماخوذ ہے۔

آپ کے ظہور سے قبل سفیانی کا خروج شاہ روم اور مسلمانوں میں جنگ اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا

آپ کے ظہور سے قبل ملک عرب اور شام میں ابوسفیان[1] کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو سادات کو قتل کرے گا۔ اس کا حکم ملک شام ومصر کے اطراف میں چلے گا، اس درمیان میں بادشاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے فرقہ سے صلح ہوگی، لڑنے والا فریق قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔ بادشاہِ روم دارالخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں پہنچ جائے گا اور عیسائیوں کے دوسرے فریق کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کے بعد فریق مخالف پر فتح پائے گی۔

دشمن کی شکست کے بعد موافق فریق میں سے ایک شخص نعرہ لگائے گا کہ صلیب غالب ہوگئی اور اس کے نام سے یہ فتح ہوئی، یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس سے مار پیٹ کرے گا، اور کہے گا کہ نہیں دین اسلام غالب ہوا اور اس کی وجہ سے یہ فتح نصیب ہوئی، یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کیلئے پکاریں گے، جس کی وجہ سے فوج میں خانہ

[1] حسب بیان سید برزنجی ! خالد بن یزید بن ابی سفیان کی نسل سے ہوگا۔ امام قرطبی نے اپنے تذکرہ میں اس کا نام عروہ تحریر فرمایا ہے۔ سید برزنجی نے اپنے رسالہ الاشاعت میں اس کا حلیہ اور اس کے دور کی پوری تاریخ تحریر فرمائی ہے مگر اس کا اکثر حصہ موقوف روایات سے ماخوذ ہے۔ اس لئے ہم نے شاہ صاحب کے رسالہ سے اس کا مختصر تذکرہ نقل کیا ہے۔ امام قرطبی نے بھی امام مہدی کے دور کی پوری تاریخ نقل فرمائی ہے۔ تذکرہ قرطبی گو اس وقت دستیاب نہیں، مگر اس کا مختصر مؤلفہ امام شعرانی عام طور پر ملتا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے، سید برزنجی کے رسالہ میں امام مہدی کے زمانہ کی مفصل اور مرتب تاریخ کے علاوہ اس باب کی مختصر حدیثوں میں جمع وتطبیق کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ لیکن چونکہ اس باب کی اکثر روایات ضعیف تھیں، اس لئے ہم نے ان کی تطبیق نقل کرنے کی چنداں اہمیت محسوس نہیں کی۔

جنگی شروع ہوجائے گی۔

بادشاہ اسلام شہید ہوجائے گا، عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے اور آپس میں ان دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہوجائے گی، باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے، عیسائیوں کی حکومت خیبر (جو مدینہ منورہ سے قریب) تک پھیل جائے گی اس وقت مسلمان اس فکر میں ہوں گے، کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ ان کے ذریعے سے مصیبتیں دور ہوں اور دشمن کے پنجے سے نجات مل جائے۔

امام مہدی کی تلاش اور ان سے بیعت کرنا

امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے مگر اس ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں، مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ اس زمانہ کے اولیاء کرام اور ابدال عظام آپ کو تلاش کریں گے، بعض آدمی مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کریں گے، حضرت مہدی رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی۔ اور آپ کو مجبور کر کے آپ سے بیعت کرلے گی۔

اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا، اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی: "**ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعو لہ واطیعوا**۔" اس آواز کو اس جگہ کے تمام عام وخاص سن لیں گے، بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی، تمام عراق اور یمن کے اولیاء کرام وابدال

عظام آپ کی محبت میں اور ملک عرب کے تمام لوگ آپ کے لشکر میں داخل ہوجائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون یا (جس کو رتاج الکعبہ) کہتے ہیں نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے۔

خراسانی سردار کا امام مہدی کی اعانت کے لئے فوج روانہ کرنا اور سفیانی لشکر کو ہلاک وتباہ کرنا

جب یہ خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی تو خراسان کا ایک شخص ایک بہت بڑی فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا جو راستہ میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کردے گا۔ اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ سفیانی (جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے) اہل بیت کا دشمن ہوگا، اس کی ننھیال قوم بنوکلب ہوگی۔ حضرت امام مہدی کے مقابلے کے واسطے اپنی فوج بھیجے گا۔

جب یہ فوج مکہ ومدینہ کے درمیان ایک میدان میں پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی، تو اسی جگہ اس فوج کے نیک وبد سب کے سب دھنس جائیں گے اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق ہوگا۔ ان میں سے صرف دو آدمی بچیں گے، ایک حضرت امام مہدی کو اس واقعہ کی اطلاع دے گا، اور دوسرا سفیانی کو۔ عرب کی فوجوں کے اجتماع کا حال سن کر عیسائی بھی چاروں طرف سے فوجوں کو جمع کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے اور اپنے اور روم کے ممالک سے فوج کثیر لے کر امام مہدیؑ کے مقابلے کے لئے شام میں جمع ہوجائیں گے۔

مقابلہ کیلئے اجتماع اور امام مہدی کے ساتھ خونریز جنگ اور آخر میں امام مہدی کی فتح مبین

ان کی فوج کے اس وقت ستر جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار سپاہ ہوگی، جس کی تعداد (۸۴۰۰۰۰) ہوگی۔ حضرت امام مہدی مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوکر شام کی جانب روانہ ہوں گے۔ دمشق کے پاس آکر عیسائیوں کی فوج سے مقابلہ ہوگا۔

اس وقت امام مہدی کی فوج کے تین گروہ ہوجائیں گے، ایک گروہ نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا، خداوند کریم ان کی توبہ ہرگز قبول نہ فرمائے گا۔ باقی فوج میں سے کچھ تو شہید ہوکر بدر اور احد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے اور کچھ بتوفیق ایزدی فتحیاب ہوکر ہمیشہ کے لئے گمراہی اور انجام بد سے چھٹکارا پائیں گے۔ حضرت امام مہدی دوسرے روز پھر نصاریٰ کے مقابلے کیلئے نکلیں گے، اس روز مسلمانوں کی ایک جماعت یہ عہد کرکے نکلے گی: ”یا میدان جنگ فتح کریں گے یا مرجائیں گے۔“ یہ جماعت سب کی سب شہید ہوجائے گی۔

حضرت امام مہدی باقی ماندہ قلیل جماعت کے ساتھ لشکر میں واپس آئیں گے، دوسرے دن پھر ایک بڑی جماعت یہ عہد کرے گی کہ فتح کے بغیر میدان جنگ سے واپس نہیں آئیں گے، یا پھر مرجائیں گے۔ اور حضرت امام مہدی کے ہمراہ بڑی بہادری

کے ساتھ جنگ کریں گے، اور آخر میں یہ بھی جام شہادت نوش کریں گے۔ شام کے وقت امام مہدی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ واپس اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئیں گے۔ چوتھے روز حضرت امام مہدی رسدگاہ کی محافظ جماعت کو لے کر دشمن سے پھر نبردآزما ہوں گے۔ یہ جماعت تعداد میں بہت کم ہوگی مگر خداوند کریم ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا، عیسائی اس قدر قتل ہوں گے کہ باقیوں کے دماغ سے حکومت کی بو نکل جائے گی اور بے سروسامان ہو کر نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ بھاگ جائیں گے۔

مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے، اس کے بعد امام مہدی بے انتہا انعام واکرام اس میدان کے جانبازوں پر تقسیم فرمائیں گے مگر اس مال سے کسی کو خوشی حاصل نہ ہوگی، کیونکہ اس جنگ کی بدولت بہت سے خاندان وقبیلے ایسے ہوں گے جس میں فیصد صرف ایک آدمی ہی بچا ہوگا۔ اس کے بعد امام مہدی بلادِ اسلام کے نظم ونسق اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے اور ان مہمات سے فارغ ہو کر فتح قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔

ستر ہزار فوج کے ساتھ امام مہدی کی فتح قسطنطنیہ کیلئے روانگی اور ایک نعرہ تکبیر سے شہر کا فتح ہو جانا

بحیرہ روم کے کنارہ پر پہنچ کر قبیلہ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کیلئے جس کو آج کل استنبول کہتے ہیں، مقرر فرمائیں گے۔

جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرہ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی فصیل خدا کے نام کی برکت سے یکا یک گر جائے گی، مسلمان ہلا کر کے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ شورشوں کو ختم کر کے ملک کا انتظام نہایت عدل وانصاف کے ساتھ کریں گے۔ ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گزرے گا، امام مہدی ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اڑے گی کہ دجال نکل آیا۔

امام مہدی کا دجال کی تحقیق کے لئے ایک مختصر دستے کا روانہ فرمانا اور انُ کی افضلیت کا حال

اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی ملک شام کی طرف واپس ہوں گے اور اس خبر کی تحقیق کیلئے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”میں ان کے ماں باپ، قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں اور اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے۔“ لشکر کے آگے بطور طلیعہ روانہ ہو کر معلوم کریں گے کہ یہ افواہ غلط ہے۔ پس امام مہدی عجلت کو چھوڑ کر ملک کی خبر گیری کی غرض سے آہستگی اختیار فرمائیں گے۔

اس میں کچھ عرصہ نہ گزرے گا کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور قبل اس کے کہ وہ دمشق پہنچے حضرت امام مہدی دمشق آچکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری وترتیبِ فوج کر چکے ہوں گے اور اسباب حرب وضرب تقسیم کرتے ہوں گے کہ مؤذن عصر کی اذان دے گا، لوگ نماز کے لئے تیاری میں مصروف ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو

فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے ہوئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوکر آواز دیں گے کہ سیڑھی لاؤ، سیڑھی حاضر کردی جائے گی۔

حضرت عیسیٰ کا اترنا اور اس وقت کی نماز امام مہدی کی امامت میں ادا کرنا

آپ اس سیڑھی کے ذریعہ سے نازل ہوکر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے، امام مہدی نہایت تواضع وخوش خلقی سے آپ کے ساتھ پیش آئیں گے اور فرمائیں گے کہ: یا نبی اللہ! امامت کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ: امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کیلئے امام ہیں اور یہ عزت اسی امت کو خدانے دی ہے۔

پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ اقتداء کریں گے، نماز سے فارغ ہوکر امام مہدی پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے کہ: یا نبی اللہ! اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے، جس طرح چاہیں انجام دیں۔ وہ فرمائیں گے: نہیں یہ کام بدستور آپ کے تحت رہے گا، میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں، جس کا میرے ہی ہاتھ سے مارا جانا مقدر ہے۔

امام مہدی کے عہد خلافت کی خوشحالی، اس کی مدت اور ان کی وفات

تمام زمین امام مہدیؑ کے عدل وانصاف سے (بھر جائے گی) منور اور روشن ہوجائے گی، ظلم وانصاف کی بیخ کنی ہوگی، تمام لوگ عبادات واطاعت الٰہی میں سرگرمی

سے مشغول ہوں گے آپ کی خلافت کی میعاد سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰؑ کی معیت میں گزرے گا۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی، بعدازاں امام مہدی کی وفات ہوجائے گی۔ حضرت عیسیٰؑ آپ کے جنازہ کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے، اس کے بعد تمام چھوٹے اور بڑے انتظامات حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ میں آجائیں گے۔[1]

---

[1] اس موقع پر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ شاہ صاحب نے گو تمام یہ سرگزشت حدیثوں کی روشنی ہی میں مرتب فرمائی ہے، جیسا کہ احادیث کے مطالعہ سے واضح ہے، مگر واقعات کی ترتیب اور بعض جگہ ان کا تعیین یہ دونوں باتیں خود حضرت موصوف ہی کی جانب سے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ حدیث وقرآن میں جو قصص وواقعات بیان کئے گئے ہیں خواہ وہ گزشتہ زمانے سے متعلق ہوں یا آئندہ سے ان کا اسلوب بیان تاریخی کتابوں کا سا نہیں، بلکہ بسبب مناسبت مقام ان کا ایک ایک ٹکڑا متفرق طور پر ذکر میں آگیا ہے۔ پھر جب ان سب ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے تو بعض مقامات پر کبھی ان کی درمیانی کڑی نہیں ملتی، کہیں ان کی ترتیب میں شک وشبہ رہ جاتا ہے، ان وجوہات کی بنا پر بعض خام طبائع تو اصل واقعہ کے ثبوت ہی سے دستبردار ہوجاتی ہے، حالانکہ غور یہ کرنا چاہئے کہ جب قرآن وحدیث کا اسلوب بیان ہی وہ نہیں جو آج ہماری تصانیف کا ہے تو پھر حدیثوں میں اس کو تلاش ہی کیوں کیا جائے۔ نیز جب ان متفرق ٹکڑوں کی ترتیب خود صاحب شریعت نے بیان ہی نہیں فرمائی تو اس کو صاحب شریعت کے سر کیوں رکھ دیا جائے۔ لہٰذا اگر اپنی جانب سے کوئی ترتیب قائم کرلی گئی ہے، تو اس پر جزم کیوں کیا جائے، ہوسکتا ہے جو ترتیب ہم نے اپنے ذہن میں بنا رکھی ہے حقیقت اس کے خلاف ہے، اس قسم کے اور بھی بہت سے امور ہیں جو قرآن اور حدیثی قصص میں تشنہ نظر آتے ہیں۔ اس لئے یہاں جو قدم اپنی رائے سے اٹھالیا جائے اس کو کتاب وسنت کے سر رکھ دینا ایک خطرناک اقدام ہے اور اس ابہام کی وجہ سے اصل واقعہ کا ہی انکار کردینا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ واقعات کی پوری تفصیل اور اس کے اجزاء کی پوری پوری ترتیب بیان کرنی رسول کا وظیفہ میں نہیں، یہ ایک مورخ کا وظیفہ ہے، رسول آئندہ واقعات کی صرف بقدر ضرورت اطلاع دیتا ہے، پھر جب ان کے ظہور کا وقت آتا ہے تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس وقت یہ ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے واقعات کے لئے جتنی اطلاع حدیثوں میں آچکی ہے وہ بہت کافی تھی اور قبل از وقت اس سے زیادہ تفصیلات دماغوں کے لئے غیر ضروری بلکہ شاید اور زیادہ الجھاؤ کا موجب تھیں۔ علاوہ ازیں جس کو

ازل سے ابد تک کا علم ہے وہ یہ خوب جانتا تھا کہ کم وقت میں دین روایت اور اسانید کے ذریعے پھیلے گا اور اس تقدیر پر راویوں کے اختلافات سے روایتوں کا اختلاف بھی لازم ہوگا، پس اگر غیر ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا جاتا تو یقیناً ان میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا اور ہو سکتا تھا کہ امت اس اجمالی خبر سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی تھی، تفصیلات بیان کرنے سے وہ بھی فوت ہو جاتا۔ لہٰذا امام مہدی کی حدیثوں کے سلسلے میں نہ تو ہر گوشہ کی پوری تاریخ معلوم کرنی کی سعی کرنی صحیح ہے اور نہ صحت کے ساتھ منقول شدہ منتشر ٹکڑوں میں جزم کے ساتھ ترتیب دینی صحیح اور نہ اس وجہ سے اصل پیشین گوئی میں تردید پیدا کرنا علم کی بات ہے، یہاں جملہ پیشین گوئیوں میں صحیح راہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ جتنی بات حدیثوں میں صحت کے ساتھ آ چکی ہے اس کو اسی حد تک تسلیم کر لیا جائے اور زیادہ تفصیلات کے درپے نہ ہوا جائے اور اگر مختلف حدیثوں میں کوئی ترتیب اپنے ذہن سے قائم کر لی گئی ہے تو اس کو حدیثی بیان کی حیثیت ہرگز نہ دی جائے، یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سلسلہ کی حدیثیں مختلف اوقات میں مختلف لحاظ سے روایت ہوئی ہیں اور ہر مجلس میں آپ نے اس وقت کے مناسب اور حسب ضرورت تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ یہاں یہ امر بھی یقینی نہیں کہ ان تفصیلات کے براہ راست سننے والوں کو ان سب کا علم حاصل ہو۔ بہت ممکن ہے کہ جس صحابی نے امام مہدی کی پیشین گوئی کا ایک حصہ ایک مجلس میں سنا ہو اس کو اس کے دوسرے حصے کے سننے کی نوبت ہی نہ آئی ہو جو دوسرے صحابی نے دوسری مجلس میں سنا ہے اور اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ واقعہ کے الفاظ بیان کرنے میں ان تفصیلات کی کوئی رعایت نہ کرے جو دوسرے صحابی کے بیان میں موجود ہیں۔ یہاں بعد کی آنے والی امت کے سامنے چونکہ یہ ہر دو بیانات موجود ہیں، اس لئے یہ فرض اس کا ہے کہ اگر وہ ان تفصیلات میں کوئی لفظی بے ارتباطی دیکھتی ہے تو اپنی جانب سے کوئی تطبیق کی راہ نکال لے اس سے بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ توجیہات راویوں کے بیانات پر پوری پوری راس نہیں آتی، اب راویوں کے الفاظ کی یہ کشاکش اور تاویلات کی ناسازگاری کا یہ رنگ دیکھ کر بعض دماغ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں کے تسلیم کرنے کی بجائے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دینا آسان ہے۔ اگر کاش وہ اس پر بھی نظر کر لیتے کہ یہ تاویلات خود صاحب شریعت کی جانب سے نہیں بلکہ واقعہ کے خود راویوں کی جانب سے بھی نہیں، یہ صرف ان دماغوں کی کاوش ہے جن کے سامنے اصل واقعہ کے وہ سب متفرق ٹکڑے جمع ہو کر آ گئے ہیں، جن کو مختلف صحابہ نے مختلف زمانوں میں روایت کیا ہے، اور اس لئے ہر ایک نے اپنے الفاظ میں دوسرے کی تعبیر کی کوئی رعایت نہیں کی اور نہ وہ کر سکتا ہے تو پھر نہ ان راویوں کے الفاظ کی اس بے ارتباطی کا کوئی اثر پڑتا اور نہ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار صرف اتنی سی بات پر ان کو آسان نظر آتا۔

علم اصولِ حدیث کی بعض اصطلاحیں

اصول حدیث کی تعریف

علم اصول حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے حدیث کے احوال معلوم کئے جائیں۔

اصول حدیث کی غایت

علم اصول حدیث کی غایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے۔

اصول حدیث کا موضوع

علم اصول حدیث کا موضوع حدیث ہے۔

حدیث کی تعریف

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام ﷺ وتابعین کے قول وفعل وتقریر[1] کو حدیث کہتے ہیں، اور کبھی اس کو خبر واثر بھی کہتے ہیں۔

---

[1] تقریر رسول ﷺ یہ ہے کہ کسی مسلمان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی آپ نے جاننے کے باوجود اسے منع نہ فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرما کر اسے برقرار رکھا اور اس طرح اس کی تصویب وتثبیت فرمائی۔ (کذا فی مقدمہ فتح الملہم ص ۱۰۷)

حدیث کی تقسیم

حدیث دو قسم پر ہے۔ (۱) خبرِ متواتر۔ (۲) خبرِ واحد۔

(۱) خبرِ متواتر

وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقلِ سلیم محال سمجھے۔

(۲) خبرِ واحد

وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں، پھر خبرِ واحد مختلف اعتباروں سے کئی قسم پر ہے۔

خبرِ واحد کی پہلی تقسیم

خبرِ واحد اپنے منتہی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ مرفوع، موقوف، مقطوع۔

مرفوع وہ حدیث ہے جس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور موقوف وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔ اور مقطوع وہ حدیث ہے جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

خبرِ واحد کی دوسری تقسیم

خبرِ واحد عدد رُواۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم پر ہے (۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب

مشہور: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

عزیز: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

غریب: وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک نہ ہو۔

خبرِ واحد کی تیسری تقسیم

خبرِ واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے: (۱) صحیح لذاتہٖ (۲) حسن لذاتہٖ (۳) ضعیف (۴) صحیح لغیرہٖ (۵) حسن لغیرہٖ (۶) موضوع (۷) متروک (۸) شاذ (۹) محفوظ (۱۰) منکر (۱۱) معروف (۱۲) معلّل (۱۳) مضطرب (۱۴) مقلوب (۱۵) مُصحّف (۱۶) مُدرَج۔

صحیح لذاتہٖ: وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو۔ معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

حسن لذاتہٖ: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی سب شرائط صحیح لذاتہٖ کے اس میں موجود ہوں۔

ضعیف: وہ حدیث جس کے راوی میں حدیث صحیح وحسن کی شرائط نہ پائی جائیں۔

صحیح لغیرہٖ: اس حدیث حسن لذاتہٖ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

حسن لغیرہٖ: اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

موضوع: وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

متروک: وہ حدیث ہے جس کا راوی متّہم بالکذب ہو یا وہ راویت قواعد معلومہ فی الدین کے مخالف ہو۔

شاذ: وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعتِ کثیر کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

محفوظ: وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو۔

منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

معروف: وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو۔

معلّل: وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحتِ حدیث میں نقصان دیتی ہے اس کو معلوم کرنا ماہر فن ہی کا کام ہے ہر شخص کا نہیں۔

مضطرب: وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

مقلوب: وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہو یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم رکھا گیا ہو، یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

مُصحّف[1]: وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے لفظوں حرکتوں وسکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

مدرج: وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے۔

---

[1] بعض اوقات مُصحّف کو مُحرّف بھی کہتے ہیں۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۱۴۲)

خبرِ واحد کی چوتھی تقسیم

خبرِ واحد سقوط و عدم سقوطِ راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے (۱) متصل (۲) مسند (۳) منقطع (۴) معلّق (۵) معضل (۶) مرسل (۷) مدلّس۔

متصل: وہ حدیث ہے کہ اس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں۔

مسند: وہ حدیث ہے کہ اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

منقطع: وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

معلّق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا کثیر گرے ہوئے ہوں۔

معضل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے بہ پے گرے ہوئے ہوں۔

مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

مدلّس: وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔

خبرِ واحد کی پانچویں تقسیم

خبر واحد صِیَغ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے (۱) مُعَنْعَنْ (۲) مسلسل۔

مُعَنْعَنْ: وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عن ہو اور اس کو عَنْ عَنْ بھی کہا جاتا ہے۔

مسلسل: وہ حدیث ہے جس کی سند میں صِیَغ ادا کے یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

عقیدۂ ظہورِ مہدی احادیث کی روشنی میں

الحمدللہ و کفی والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمدن المصطفیٰ
وعلیٰ آلہ و اصحابہ الاتقیاء ۔ اما بعد
فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فان تنازعتم فی شیءٍ فَرُدُّوهُ
الی اللہ والرسول. (الآیہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی مسئلے کے متعلق اختلاف رائے ہو تو خدا کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو لوٹاؤ۔ یعنی اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرو۔ اس قاعدے کے مطابق جس مسئلے میں مسلمانوں میں اختلاف رائے ہو تو بجائے اس کے کہ اپنی رائے پر زور دیا جائے اور اسے حتمی و آخری سمجھا جائے، چاہئے کہ اس کو اللہ کی کتاب اور حضور ﷺ کی سنت میں تلاش کیا جائے۔ کیونکہ دین کے یہی دو ایسے سرچشمے ہیں جن سے ہدایت کے پیاسے سیراب ہوسکتے ہیں۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فاعقلوا ایها الناس قولی فانی قد بلغت وقد ترکت فیکم ایها الناس ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابدا کتاب اللہ و سنة نبیه."
(کتاب السنۃ لمحمد بن نصر المروزی ص ۲۱)

اے لوگو! میری بات کو سمجھو میں نے تمہیں دین کی باتیں پہنچادی ہیں اور ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہیں ہوگے، ایک کتاب اللہ اور دوسری اللہ کے رسول (ﷺ) کی سنت۔

اسی طرح حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی یہ مضمون مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

جنوری ۱۹۸۱ء کے قومی ڈائجسٹ میں جناب اختر کاشمیری صاحب کا ایک مضمون خروجِ مہدی کے متعلق چھپا تھا، جس میں انہوں نے تحقیقی اور سنجیدہ طریقے پر ظہورِ مہدی کے مسئلے پر کلام فرمایا ہے انہوں نے اس پر زور دیا ہے کہ ظہورِ مہدی کے متعلق جتنی احادیث مروی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں اور ثبوت کے درجے تک نہیں پہنچتی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظہورِ مہدی کا عقیدہ جو مسلمانوں میں چودہ سو سال سے منتقل ہوتا آیا ہے، بے بنیاد ہے، چونکہ خود صاحبِ مضمون نے اس کی فرمائش کی ہے کہ دوسرے علماء اس موضوع پر قلم اٹھائیں، اور یہ کہ اگر صحیح احادیث سے مسئلہ ثابت ہوجائے تو صاحبِ مضمون اپنا خیال بدل سکتا ہے۔

اسی طرح رسالہ کی مجلسِ ادارت کی طرف سے بھی اس موضوع پر لکھنے کی دعوت دی گئی تھی اور ساتھ ساتھ یہ خطرہ تھا کہ اگر سکوت اختیار کیا جائے تو عام مسلمان شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں گے۔ نیز اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ سلف صالحین کے متعلق بدگمانی پیدا ہوگی کہ انہوں نے ایک ایسے مسئلے کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے جس کی

کوئی صحیح بنیاد موجود نہیں، یہی وہ محرکات تھے کہ بندہ کو اس پر قلم اٹھانے کی جرأت ہوئی امید ہے کہ دوسرے علماء حضرات بھی اس موضوع پر اپنے گراں قدر خیالات اور تحقیقات کا اظہار فرمائیں گے جس سے عام مسلمان مستفید ہوں گے۔

اس طویل تمہید کے بعد میں اصل مدعا پر آتا ہوں۔

ظہور مہدی کا عقیدہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور چودہ سو سال سے مسلمانوں میں مسلّم اور مشہور ہے۔ اب میں تفصیل سے ان احادیث کو مع حوالہ درج کرتا ہوں کہ جن پر اس عقیدہ کی بنیاد ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ علیه توکلت و الیه انیب

(۱) جمع الفوائد میں محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی المغربی المتوفی ۱۰۲۹ھ نے کتاب الملاحم واشراط الساعۃ میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"ابن مسعود رفعه لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطوّل الله ذالک الیوم حتی یبعث الله فیه رجلاً منی او من اهل بیتی یواطئی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً."

(ابی داؤد والترمذی ص ۵۱۲ ج ۲) حدیث نمبر ۹۹۱۳

عبداللہ بن مسعود ﷛ کی مرفوع روایت ہے کہ اگر دنیا کا صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو طویل کردیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں ایک آدمی مبعوث فرمائیں گے جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا، اس کا نام میرے نام پر ہوگا اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا (یعنی محمد بن عبداللہ) وہ زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم وزیادتی سے بھر چکی ہوگی۔

(۲) "ام سلمة رفعه المهدی من عترتی من ولد فاطمه."

(ابی داؤد جمع الفوائد ص ۵۱۲ ج ۲) حدیث نمبر ۹۹۱۴

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی میری آل سے ہوگا، یعنی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔

(۳) "ابوسعید رفعه المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یملک سبع سنین."

(ترمذی وابی داؤد بلفظہ ص ۵۱۲ ج ۲ جمع الفوائد) حدیث نمبر ۹۹۱۵

ابوسعید خدری ﷛ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی مجھ سے ہوگا کھلی پیشانی والا اور طویل و باریک ناک والا، وہ زمین کو انصاف و عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و زیادتی سے بھر چکی ہوگی، سات سال تک اس کی حکومت ہوگی۔

(۴) "علی و نظر الیٰ ابنه الحسن فقال ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ وسیخرج من صلبه رجل یسمّٰی باسم نبیکم یشبه فی الخُلق ولا

حضرت علی ﷛ نے اپنے بیٹے حضرت حسن ﷛ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور ان کی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا جن کا نام تمہارے نبی کے نام پر

یشبه فی الخَلق."

ہوگا وہ نبی کے ساتھ اخلاق میں مشابہ ہوگا اور جسم میں مشابہ نہیں ہوگا۔

(لابی داؤد جمع الفوائد ص ۵۱۳) حدیث نمبر ۹۹۱۶

جمع الفوائد کی یہ حدیثیں جو کہ صحیح یا حسن درجہ کی ہیں خروجِ مہدی پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔ جمع الفوائد کے مصنف نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

"وان لم اذکر شیئاً بعد عزو حدیث غیر الجامع فذالک الحدیث مقبول حسن او صحیح برجال الصحیح اوغیرهم."

یعنی اگر کسی حدیث کو میں نقل کروں اور اس کے بعد اس پر ضعف وغیرہ کا کوئی حکم نہ لگاؤں تو وہ حدیث قابل قبول حسن یا صحیح ہوگی۔

(جمع الفوائد ص ۱۰ ج ۱)

نوٹ: حدیث صحیح اور حسن وغیرہ کی تعریفات ہم نے اس لئے نہیں لکھیں کہ ان کی اصطلاحات کی پوری تفصیل جناب اختر کاشمیری صاحب کے مضمون میں موجود ہے۔

معنف کی اس صراحت کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں رہی کہ ان احادیث کے راویوں پر ہم فرداً فرداً کلام کریں۔

(۵) اب دوسری کتابوں سے احادیث ملاحظہ ہو۔

ابوداؤد میں حضرت علی ﷛ کی ایک اور روایت ان الفاظ سے مروی ہے:

"حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا الفضل بن دکین قال حدثنا فطرعن القاسم بن ابی بزة عن ابی الطفیل عن علی عن النبی ﷺ قال لو لم یبق من الدهر الاّ یوم لبعث الله رجلا من اهل بیتی یملأ ها عدلا کما ملئت جورا."

حضرت علی ﷛ نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اگر زمانہ کا ایک دن بھی باقی ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک آدمی میرے اہل بیت سے پیدا فرمائیں گے جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔

(ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲ کتاب المہدی)

اس روایت پر امام ابوداؤدؒ نے سکوت کیا ہے اور محدثین کے ہاں وہ روایت جس پر امام ابوداؤدؒ نے سکوت کیا ہو کم از کم درجہ حسن کی ہوتی ہے، جیسے مولانا محمد تقی عثمانی کی املائی تقریر درس ترمذی میں ہے کہ ان کی کتاب (ابو داؤد) میں حسن اور ضعیف احادیث بھی آگئی ہیں۔ البتہ وہ ضعیف اور مضطرب احادیث پر کلام کرنے کے بھی عادی ہیں بشرطیکہ ضعف زیادہ ہو، چنانچہ جس حدیث پر وہ سکوت کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک قابل استدلال ہے۔ البتہ بعض مرتبہ اگر ضعف ضعیف ہو تو وہ اسے نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس پر کلام نہیں کرتے۔ (درس ترمذی ص ۱۲۸ ج ۱)

اور خود امام ابوداؤدؒ کا قول بھی کتابوں میں منقول ہے جیسے کہ حافظ ابن صلاح کا قول شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں نقل کیا ہے:

"ومن مظانه سنن ابی داؤد فقد روینا انه قال ذکرت فیه الصحیح وما یشبهه وما یقاربه وروینا عنه ایضاً ما معناه انه یذکر فی کل

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں صحیح اور اس کے مشابہ اور صحیح کے قریب روایتیں نقل کی ہیں اور حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوداؤد

باب اصح ما عرفه فی ذالک الباب و قال ما كان فی کتابی حديث فيه وهن شديد فقد بيّنته وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح و بعضها اصح من بعض."

(مقدمہ فتح الملہم ص ۲۹ ج ۱)

سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح روایتیں نقل کرتے ہیں اور فرمایا کہ میری کتاب میں اگر ایسی روایت ہو کہ جس میں شدید قسم کا ضعف ہو تو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں سکوت کروں تو وہ صالح ہوتی ہے۔ (یعنی یا صحیح یا حسن اور اگر ضعف ہو بھی تو ادنیٰ درجے کا ہوتا ہے جس کا جبیرہ ممکن ہوتا ہے)

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ کے اس قول کی بنا پر اگر کوئی حدیث مطلقاً یعنی بغیر کسی کلام کے منقول ہو جبکہ وہ روایت بخاری و مسلم میں موجود نہ ہو اور کسی محدث نے اس کی صحت و حسن پر حکم لگایا ہو تو وہ روایت امام ابوداؤد کے نزدیک درجہ حسن کی ضرور ہوتی ہے۔ اور امام ابوداؤد کا یہ قول ان الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے کہ: "وما سكت عنه فهو صالح." (مقدمہ فتح الملہم ص ۲۹ ج ۱) یعنی جس حدیث کے متعلق میں سکوت کروں تو وہ صالح ہوتی ہے اور صالح حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ تو احتیاط یہ ہے کہ حسن ہی کا حکم اس پر لگایا جائے۔

اور امام ابوداؤد کا یہ قول بھی کتابوں میں منقول ہے کہ:

"ماذكرت فی کتابی حديثا

میں نے کوئی ایسی حدیث نقل نہیں کی

اجتمع الناس علیٰ تركه."

(مقدمہ ابوداؤد ص ۴)

ہے کہ جس کے ترک اور ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں فرمایا کہ:

"در وے التزام نمودہ است کہ حدیث صحیح باشد یا حسن۔" (ص ۲۸۵)

اس کتاب میں اس کا التزام ہے کہ حدیث صحیح ہو یا حسن۔

باقی تحقیق مقدمہ ابوداؤد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ص ۴، ۵ ج ۱، اور مقدمہ فتح الملہم ص ۲۹ ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام ابوداؤدؒ جس حدیث پر سکوت کریں وہ حدیث کم از کم حسن کے درجہ کی ہوتی ہے۔ جیسے خروج مہدی کے مذکورہ حدیث پر انہوں نے سکوت کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث کم از کم حسن کے درجہ کی ہے۔

(۶) ابوداؤد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جو ہم نے نمبر ۲ میں نقل کی ہے اس سند کے ساتھ نقل کی ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے، صرف علی بن نفیل کی توثیق کا قول ابوالملیح سے نقل کیا ہے:

"حدثنا احمد بن ابراهيم قال حدثنی عبدالله بن جعفر الرقی قال حدثنا ابو المليح الحسن بن عمر عن زياد بن بيان عن علی بن نفيل عن سعيد بن المسيب عن ام سلمة قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول المهدی من عترتی من ولد فاطمة."

(ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲)

اس روایت کا ترجمہ نمبر ۲ پر گزر چکا ہے۔

(۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور تفصیلی روایت جو ابوداؤد میں مندرجہ ذیل سند سے مروی ہے:

"حدثنا محمد بن المثنّٰی حدثنا معاذ بن هشام حدثنی ابی عن قتادة عن صالح ابی الخلیل عن صاحب له عن ام سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مكة فیأتیه ناس من اهل مكة فیخرجونه وهو كاره فیبا یعونه ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مكة والمدینة فاذا رأی الناس ذالک اتاه ابدال الشام و عصائب اهل العراق فیبا یعونه ثم ینشأ رجل من قریش اخواله كلب فیبعث الیه

حضرت ام سلمہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے گا، اہل مکہ اس کے پاس آکر اس کو زور سے نکال کر اس کی بیعت کریں گے اہل شام اس کے پاس اپنا لشکر بھیجیں گے تو اس کا لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا پھر اس کے بعد قریش کا ایک آدمی جس کے ماموں کلب قبیلے کے ہوں گے اس کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجیں گے تو مہدی کا لشکر قریش کے لشکر پر غالب آجائے گا۔ خسارہ ہو اس آدمی کیلئے جو قبیلہ کلب

بعثا فیظهرون علیهم وذالک بعث كلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة كلب فیقسم المال و یعمل فی الناس بسنة نبیهم ﷺ ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون. قال ابو داؤد وقال بعضهم عن هشام تسع سنین و قال بعضهم سبع سنین."

کے مال غنیمت میں حاضر نہیں ہوا۔ مہدی مال تقسیم کریں گے اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کریں گے اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا، (یعنی اسلام پھیل جائے گا) سات سال تک رہیں گے اس کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

(ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲ کتاب المہدی)

اس روایت میں اگرچہ ایک راوی مجہول ہے لیکن یہی روایت مستدرک حاکم میں متصل سند سے مذکور ہے اگرچہ اس کے الفاظ کچھ مختلف ہیں۔ (مستدرک حاکم ص ۴۲۹ ج ۴) اس طرح علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس کی تصحیح کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تلخیص المستدرک للذہبی ص ۴۲۹ ج ۴ بذیل المستدرک)

اسی طرح اس روایت کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کی صحت پر ابو عبداللہ حاکم اور علامہ ذہبی دونوں متفق ہیں اور روایت بخاری و مسلم کی شرط پر ہے جس کو ہم آگے نقل کریں گے۔ (مستدرک حاکم ص ۵۲۰ ج ۴)

(۸) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت جو ابوداؤد میں ان ہی الفاظ سے مروی ہے۔ (ص ۲۳۲ ج ۲)

(۹) حضرت ام سلمہ کی ایک اور روایت جو ابوداؤد میں (ص۲۳۳ ج۲) مروی ہے۔

(۱۰) اسی طرح سنن ترمذی میں امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے جس کو ہم پہلے جمع الفوائد کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں، اور اس کے آخر میں امام ترمذیؒ نے فرمایا:

"ھذا حدیث حسن صحیح ."

(ص۴۶ ج۲ باب خروج المہدی)

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ کی یہ روایت صحیح ہے۔

مذکورہ روایت میں ایک راوی ہے جس کا نام اسباط بن محمد ہے، وہ خود اگرچہ ثقہ ہے لیکن سفیان ثوری سے جو روایت وہ نقل کرتے ہیں اس کے بارے میں محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے جیسے کہ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اسباط بن محمد بن عبدالرحمن بن خالد بن میسرہ القرشی مولاھم ابومحمد ثقۃ ضعف فی الثوری۔

(تقریب ص۲۰۶)

لیکن ایک تو یہ کہ خود امام ترمذیؒ نے اس کی روایت کی توثیق کی ہے اور محدثین جب کسی ایسے راوی سے حدیث نقل کرتے ہیں جس کی جرح پر واقف ہوں تو وہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتماد ہوتی ہے اس لئے کہ وہ ہر راوی کی صدق اور کذب اور صحیح و ضعیف روایتیں پہچانتے ہیں جیسے کہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں سفیان ثوریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

حدثنا ابراھیم بن عبداللہ بن المنذر الباھلی حدثنا یعلی بن

سفیان ثوریؒ نے کہا کہ کلبی سے بچو کسی نے ان سے کہا کہ آپ جو کلبی سے نقل

عبید قال قال لنا سفیان الثوری اتقوا الکلبی فقیل لہ فانک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ.

کرتے ہیں؟ توانہوں نے فرمایا کہ میں اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچانتا ہوں۔

(ص۲۳۶ ج۲ کتاب العلل)

اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ عبید بن اسباط کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں فرمایا ہے کہ: "صدوق." (ص۲۲۸)

سفیان ثوریؒ تو مشہور امام اور متفق علیہ ثقہ ہیں۔ ایک راوی عاصم بن بھدلہ ہے جس کی توثیق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب ص ۱۵۸ میں کی ہے۔ نیز یہ طبقہ سادسہ کے راویوں میں سے ہے جن کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے: "ولم یثبت فیہ مایترک حدیثہ من اجلہ والیہ الاشارۃ بلفظ مقبول." (تقریب التہذیب ص۱۰)

نیز یہ صحیحین کے بھی راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص۱۵۹)

نیز ان پر حافظ ابن حجرؒ نے صفحہ مذکورہ میں ع کی علامت لگائی ہے، تو یہ صحاح ستہ کے متفق علیہ راوی ہیں۔ کما صرّح بہ الحافظ فی التقریب ص۱۰

ایک راوی اس میں زر ہے جس کی توثیق حافظ ابن حجرؒ نے ثقۃ جلیل کے الفاظ سے کی ہے اور اس پر بھی ع کی علامت بنائی ہے۔

(۱۱) امام ترمذیؒ نے عاصم بن بھدلہ کی سند سے ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرۃ ﷺ سے نقل کی ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن محدثین کے ہاں یہ قاعدہ

مشہور ہے کہ موقوف روایت بھی ایسے مسئلے میں جو مدرک بالقیاس نہ ہو مرفوع کے حکم میں ہے۔ روایت یہ ہے:

"عن ابی هریرة ؓ قال لو لم يبق من الدنيا الا يوم لطوّل الله ذالک اليوم حتى يلى، هذا حديث حسن صحيح."

یعنی اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دیں گے یہاں تک کہ مہدی والی بنے۔

(ترمذی ص ۳۶ ج ۲ باب خروج المهدی)

اس حدیث کو بھی امام ترمذیؒ نے حسن اور صحیح کہا ہے۔

(۱۲) ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری ؓ کی تفصیلی روایت ہے:

"حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة قال سمعت زيد العمى قال سمعت ابا الصديق الناجى يحدث عن ابى سعيد الخدرى قال خشينا ان يكون بعد نبينا حدث فسألنا نبى الله ﷺ قال ان فى امتى المهدى يخرج يعيش خمساً اوسبعاً اوتسعاً زيد الشاک قال قلنا وما ذالک قال سنين قال فيجئ اليه الرجل فيقول يا مهدى اعطنى اعطنى

ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہمیں ڈر محسوس ہوا کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کے بعد کوئی فتنہ ہو تو ہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی پیدا ہوگا اور پانچ یا سات یا نو سال تک رہے گا ان کے پاس آدمی آئے گا، کہے گا

قال فيحثى له فى ثوبه ما استطاع ان يحمله هذا حديث حسن و قدروى من غير وجه عن ابى سعيد عن النبى ﷺ وابو الصديق الناجى اسمه بكر بن عمرو يقال بكر بن قيس." (ترمذی ص ۳۶ ج ۲ باب خروج المهدی)

کہ اے مہدی مجھے مال دیدے تو وہ کپڑا ابھر کر اس کو اتنا دے گا جتنا وہ اٹھا سکے گا۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کی مختلف اسناد ہیں جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے۔ نیز یہ کہ ابوسعید خدری ؓ کی مہدی کے متعلق روایت امام ابوداؤدؒ نے بھی نقل کی ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے جو صحت وحسن کی دلیل ہے۔ (ملاحظہ ہو ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲ کتاب المهدی)

اور حاکمؒ نے مستدرک میں بھی ابوسعید ؓ کی روایت کی تخریج کی ہے حاکم اور ذہبی اس کی صحت پر متفق ہیں۔ (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم مع تلخیص الذہبی ص ۵۵۷ ج ۴)

(۱۳) ابن ماجہ میں امام ابن ماجہ قزوینیؒ نے بھی خروج مہدی کے لئے مستقل باب قائم کیا ہے، اور حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے انہوں نے عبداللہ بن مسعود ؓ کی روایت نقل کی ہے:

"حدثنا عثمان بن ابى شيبة حدثنا معاوية بن هشام حدثنا على بن صالح عن يزيد بن ابى زياد عن ابراهيم عن علقمة عن

عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اتنے میں بنی ہاشم کے کچھ لڑکے سامنے آئے، جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ کی

عبداللہ قال بینمانحن عندرسول اللہ ﷺ اذا قبل فتیة من بنی هاشم فلما راهم النبی ﷺ اغرورقت عیناه وتغیّر لونه قال فقلت ما نزال نریٰ فی وجهک شیئاً نکرهه فقال انااهل بیت اختاراللہ لناالآخرة علی الدنیا وان اهل بیتی سیلقون بعدی بلاءً و تشریداً و تطریداً حتی یاتی قوم من قبل المشرق معهم رایات سود فیسئلون الخیر فلایعطونه فیقاتلون فینصرون فیعطون ما سئلوا فلا یقبلونه حتی یدفعونها الی رجل من اهل بیتی فیملأها قسطاً وعدلاً کما ملؤها جوراً فمن ادرک ذالک منهم فلیاتهم ولوحبواً علی الثلج۔"

(سنن ابن ماجہ ص ۲۹۹)

آنکھوں میں آنسو آئے اور رنگ متغیر ہوگیا، میں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے چہرے پر غم کے آثار دیکھتے ہیں جو ہمیں پسند نہیں، فرمایا کہ ہم ایسے گھرانے کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آخرت کو اختیار فرمایا ہے اور میرے اہل بیت پر میرے بعد مصیبت آئے گی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم آئے گی ان کے ساتھ کالے جھنڈے ہوں گے، وہ مال مانگیں گے لوگ نہیں دیں گے تو وہ لڑیں گے اور کامیاب ہو جائیں گے پھر ان کو مانگی ہوئی چیز دی جائیگی لیکن وہ اس کو قبول نہیں یہاں تک کہ وہ حکومت میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کے حوالے کریں گے جو زمین کو انصاف و عدل سے بھر دیگا جیسے انہوں نے اس کو ظلم سے بھرا تھا، جس کو یہ وقت ملے وہ ان کے پاس آئے اگرچہ برف پر گھسٹ کر آنا پڑے۔

یہ روایت بھی قابل استدلال ہے اس لئے کہ کسی نے بھی اس روایت پر موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ "ماتمس الیه الحاجة لم یطالع سنن ابن ماجة" میں علامہ عبدالرشید نعمانی نے ان سب احادیث کو جمع کیا ہے جن پر موضوع ہونے کا حکم کسی نے بھی لگایا ہے ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اب اس کے بعد اس روایت کے راویوں پر ہم انفراداً جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۱) عثمان بن ابی شیبہ: ان کا نام عثمان بن محمد بن ابراہیم ہے۔ تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے "ثقة حافظ شهیر." (تقریب التہذیب ص ۲۳۵، ۲۳۶)

اور ان کے نام پر حافظ نے خ م د س ق کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

(۲) معاویہ ابن ہشام: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں فرمایا ہے کہ "صدوق" اور ان کے نام پر بخ م ع کی علامتیں بنائی ہیں۔ (تقریب ص ۳۴۲) یعنی امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اور ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد، نسائی میں، ان محدثین ان کی روایتیں نقل کی ہیں جس سے ان کا قابل اعتبار ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۳) علی ابن صالح بن صالح کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ "ثقة عابد" (تقریب ص ۲۴۲) اور ان کے نام پر بھی م ع کے نشانی بنائی ہے، یعنی مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

(۴) یزید بن ابی زیاد: ان کے متعلق حافظ نے تقریب میں فرمایا ہے "ثقه" (ص

۳۸۲) اور ان کے نام پر خ ت د ک کی علامتیں لکھی ہیں یعنی ادب المفرد ترمذی اور موطا مالک کے راوی ہیں۔

اس کے بعد ابراہیم نخعی اور علقمہ جو مشہور آئمہ حدیث اور ثقہ ہیں۔

(۱۴) ابوسعید خدری ﷜ کی روایت جو پہلے ابوداؤد، ترمذی اور جمع الفوائد کے حوالے سے نقل ہو چکی ہے، ابن ماجہ میں بھی مندرجہ ذیل سند کے ساتھ مروی ہے:

"حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنا محمد بن مروان العقیلی حدثنا عمارة بن ابی حفصة عن زید العمی عن ابی الصدیق الناجی عن ابی سعید الخدریؓ ان النبی ﷺ قال یکون فی امتی المهدی."

(ابن ماجہ ص ۳۰۰)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی ہوں گے۔

یہ روایت بھی کم از کم یہ کہ موضوع نہیں ہے جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حدیث بھی ان احادیث میں مذکور نہیں ہے کہ جن پر وضع کا قول کیا گیا ہے، اور ساتھ یہ کہ ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں اس کے متابعات منقول ہیں۔ کمامرّ

(ترمذی ص ۴۲ ج ۲، ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲)

اور اب اس کے رواۃ پر انفرادا بحث کی جاتی ہے۔

(۱) نصر بن علی الجہضمی: ان کے متعلق حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں فرمایا "ثقۃ ثبت" (ص ۳۵۷) نیز ان پر ع کی علامت بنائی ہے یعنی یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں، یعنی سب کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔

(۲) محمد بن مروان العقیلی: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے "صدوق"

(ص ۳۱۸) اور ان پر ق کی علامت بنائی ہے یعنی ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

(۳) عمارۃ بن ابی حفصہ: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے "ثقۃ" (تقریب التہذیب ص ۲۵۱) یعنی ثقہ ہے۔

نیز ان پر خ اور ع کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد کے راوی ہیں۔

(۴) زید العمی: ان کے متعلق اگرچہ حافظ نے ضعیف لکھا ہے لیکن طبقہ خامسہ کے راوی ہیں جن کی احادیث مقبول ہیں، نیز یہ متابعات کی وجہ سے ضعف منجبر ہو گیا ہے، نیز ان پر حافظ ابن حجر نے ع کی علامت بنائی ہے جو اس کی علامت ہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور سب کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔

(۵) ابوالصدیق الناجی: ان کا نام بکر بن عمرو ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "ثقۃ" (ص ۴۷) نیز ان کے نام پر ع کی علامت لکھی ہے یعنی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے روایت کے راویوں کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ ہم اس روایت کی صحت کا جزم نہیں کر سکتے کیونکہ بقول محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ ہم اس منصب کے اہل نہیں "کما قال فی تقریظہ علی ولایت علی للعل شاہ بخاری" لیکن کم از کم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت بہر حال موضوع یا ضعیف نہیں بلکہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔

(۱۵) ابن ماجہ میں حضرت ثوبان کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

"حدثنا محمد بن یحییٰ واحمد بن یوسف قالا حدثنا عبدالرزاق عن سفیان الثوری عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن ابی اسماء الرحبی عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ یقتتل عند کنزکم ثلاثة کلهم ابن خلیفة ثم لا یصیر الی واحد منهم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلاً لم یقتله قوم ثم ذکر شیئا لا احفظه فقال فاذا رایتموه فبایعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی"
(سنن ابن ماجہ ص ۳۰۰)

حضرت ثوبان ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی لڑیں گے ان میں سے ہر ایک خلیفہ کا بیٹا ہوگا لیکن وہ خزانہ ان تینوں میں سے ایک کا بھی نہیں ہوگا، پھر مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے آئیں گے وہ تم سے ایسی لڑائی لڑیں گے کہ اس سے پہلے کسی قوم نے تم سے ایسی لڑائی نہیں لڑی ہوگی، پھر کچھ بات کی جو کہ راوی کو یاد نہیں رہی، پھر فرمایا کہ جب تم اس کو دیکھ لو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ تمہیں برف پر گھسٹ کر ان کے پاس آنا پڑے اس لئے کہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

یہ روایت بھی موضوع اور ضعیف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو کسی نے بھی ابن ماجہ کے موضوعات میں شمار نہیں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "ماتمس الیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه"

نیز یہ کہ اس کے متابعات ابوداؤد میں کتاب المہدی ص ۲۳۲ ج ۲ میں موجود

ہیں۔ نیز مستدرک حاکم میں (ص ۵۰۲ ج ۴ پر) اس کا متابع موجود ہے اور دوسرے صحابہ کی احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت کے رُواۃ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) محمد بن یحییٰ: جو کہ ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں۔ محمد بن یحییٰ کے نام سے اگرچہ تقریب التہذیب میں کئی راوی ہیں لیکن ابن ماجہ کی علامت جس پر بنی ہے ان کا نام محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی ہے۔ حافظ نے ان کے متعلق لکھا ہے "صدوق" (ص ۳۲۳) اگرچہ ابوحاتم کا قول بھی حافظ نے نقل کیا ہے "قال ابو حاتم کانت فیه غفلة" لیکن ان کا متابع احمد بن یوسف موجود ہے، اور وہ ثقہ ہے۔

(۲) احمد بن یوسف بن خالد الازدی: حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "حافظ ثقة" (ص ۱۷)

(۳) عبدالرزاق: سے عبدالرزاق بن الہمام مراد ہے، اس لئے کہ سفیان ثوری کے شاگرد ہی ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۲۱۳) ان کے متعلق اگرچہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے "وکان یتشیع" (ص ۲۱۳)

لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ متقدمین کے نزدیک تشیع کا الگ مفہوم تھا۔ موجودہ زمانہ کا شیعہ عقیدہ مراد نہیں، جیسے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی صراحت کی ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۶، ۱۱، ۸۱)

نیز فیض الباری میں خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس پر

بحث کی ہے، ملاحظہ ہو فیض الباری ج ۴۔

نیز یہ کہ عبدالرزاق صحاح ستہ کے راوی ہیں "کما صرح علیه الحافظ ابن حجر فی التقریب بعلامة ع."

(۴) سفیان الثوری: ان کا نام سفیان بن سعید بن مسردق الثوری ہے، حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے "ثقةٌ حافظٌ فقیه عابدٌ امامٌ حجةٌ من رؤس الطبقة السابعة." (ص ۱۲۸) صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۵) خالد الحذاء: ان کا نام خالد بن مہران ہے ابولمنازل ان کی کنیت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے "وهو ثقةٌ یرسل" (ص ۹۰) یعنی وہ ثقہ ہے، کبھی کبھی ارسال کرتے ہیں۔ نیز ان پر ع کی علامت بھی بنائی ہے۔ یعنی صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں۔

(۶) ابی اسماء الرحبی: ان کا نام عمرو بن مرثد ہے، اور ثقہ ہیں۔ (تقریب ص ۲۶۲)

اس تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف نہیں ہے بلکہ قابل اعتبار ہے۔

(۱۶) "حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا ابو داؤد الحضرمی حدثنا یاسین عن ابراهیم بن محمد بن الحنفیة عن ابیه عن علی قال قال رسول الله ﷺ المهدی من اهل البیت یصلحه الله فی لیلة."

(سنن ابن ماجہ ص ۳۰۰)

یعنی مہدی اہل بیت سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو امارت کی صلاحیت ایک ہی رات میں دیں گے۔

علی کی روایت مہدی کے متعلق ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں بھی صحیح سندوں کے ساتھ مذکور ہے۔ (ملاحظہ ہو ترمذی ص ۴۶ ج ۲ باب خروج المہدی، ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲ کتاب المہدی، مستدرک حاکم ص ۵۵۴ ج ۴، وص ۵۵۷ ج ۴)

نیز اس کی صحت پر حاکم اور ذہبی دونوں متفق ہیں۔ اب اس روایت کے رُواۃ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱) عثمان بن ابی شیبہ: ان کے متعلق تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔
(ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۲۳۶،۲۳۵)

نیز بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں کما صرح به الحافظ فی التقریب ص ۲۳۵۔

(۲) ابوداؤد الحضرمی: ان کا نام عمرو بن سعد ہے۔ (تقریب ص ۳۰۴) اور ان پر کوئی جرح نہیں ہے۔

(۳) یاسین: ان کا نام یاسین بن شیبان ہے۔

تقریب التہذیب میں حافظ نے ان کے نام پر ق کی علامت بنائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن ماجہ کے راوی ہیں، اور لکھا ہے کہ "لا باس به"
(تقریب ص ۳۷۳)

(۴) ابراہیم بن محمد بن الحنفیۃ: ان کے متعلق حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوق۔ اور ان کے نام پر ت عس اور ق کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی کے مسند علی کا راوی اور قابل اعتبار ہے۔

(۵) محمد بن علی جو ابن الحنفیۃ: سے مشہور ہیں، مشہور تابعی زاہد اور فتنہ سے الگ

رہنے والے ہیں، اور حضرت علی ؓ کے صاحبزادے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۳۱۲)
اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۱۷) "حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا احمد بن عبدالملک حدثنا ابو الملیح الرقی عن زیاد بن بیان عن علی بن نفیل عن سعید بن المسیب قال کنا عند ام سلمةؓ فتذاکرنا المهدی فقالت سمعت رسول الله ﷺ یقول المهدی من ولد فاطمه." (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۰)

سعید بن میتب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ام المومنین ام سلمہ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپس میں مہدی کے متعلق ذکر کیا تو ام سلمہ کہنے لگیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مہدی حضرت فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

یہ روایت بھی ضعیف نہیں، مستدرک حاکم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔ رُواۃ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) ابوبکر بن ابی شیبہ: ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے اور یہ عثمان بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ "ثقةٌ حافظٌ صاحب تصانیف"
(تقریب ص ۱۸۷)
نیز ان پر خ م د س ق کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ یعنی ان سب کے نزدیک قابل اعتبار اور ثقہ ہیں۔

(۲) احمد بن عبدالملک: یہ بھی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ "ثقةٌ تکلم فیه بلا حجة" (تقریب ص ۱۴) یعنی ثقہ ہیں اور جن لوگوں نے ان پر جرح کی ہے وہ بلا دلیل ہے۔

(۳) ابو الملیح الرقی: ان کا نام حسن بن عمر یا عمرو ہے ثقہ ہیں اور بخاری ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۷۱)

(۴) زیاد بن بیان: یہ بھی ثقہ ہیں، اور ابوداؤد و ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔
(ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۱۰۹)

(۵) علی بن نفیل: ان کے متعلق حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ "لا باس به."
(ص ۲۴۹)

(۶) سعید بن میتب: مشہور تابعی اور امام جو توثیق سے مستغنی ہیں۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔

(۱۸) "حدثنا هدیة بن عبدالوهاب حدثنا سعد بن عبدالحمید بن جعفر عن علی بن زیاد الیمامی عن عکرمة بن عمار عن اسحاق بن عبدالله بن ابی طلحة عن انس بن مالک قال سمعت رسول الله ﷺ یقول نحن ولد عبدالمطلب سادة اهل الجنة انا وحمزة وعلی و جعفر والحسن والحسین والمهدی." (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۰)

انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد جنت کے سردار ہوں گے۔ یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی۔

یہ روایت بھی ابن ماجہ کے موضوعات میں شامل نہیں ہے۔ نیز اس کے متابعات اور شواہد موجود ہیں، اس روایت کے رُواۃ کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ھدیۃ بن عبدالوہاب: یہ صرف ابن ماجہ کے راوی ہیں اور حافظ نے تقریب میں لکھا ہے "صدوق" (ص۳۶۳) یعنی ثقہ ہیں۔

(۲) سعد بن عبدالحمید بن جعفر: حافظ نے لکھا ہے کہ ثقہ اور صادق تھے۔ (تقریب ص ۱۱۹) یہ ابو داؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں اور ضعیف ہیں لیکن دوسرے شواہد کی وجہ سے روایت بہرحال قابل اعتبار ہے۔

(۳) عکرمہ بن عمار: حافظ نے لکھا ہے کہ "صدوق" یعنی صادق اور سچے تھے۔ (تقریب ص۲۴۲) نسائی ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ نیز بخاری نے بھی ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے۔ کما صرّح بہ الحافظ ص ۲۴۲ تقریب التھذیب

(۴) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ: یہ بھی ثقہ ہیں، جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ "ثقۃ حجۃ" (ص۲۹)

اس تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔

(۱۹) "حدثنا حرملة بن یحییٰ المصری و ابراھیم بن سعید الجوھری قالا حدثنا ابو صالح عبدالغفار بن داؤد الحرانی قال حدثنا ابن لھیعہ عن ابی زرعہ عمرو بن جابر الحضرمی عن عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج ناس من المشرق فیؤطون للمھدی یعنی سلطانہ۔" (سنن ابن ماجہ ص۳۰۰)

یعنی مشرق کی طرف سے لوگ نکلیں گے اور مہدی کی تائید کر کے ان کی حکومت قائم کریں گے۔

یہ حدیث بھی قابل اعتبار ہے کیونکہ کسی نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے۔ رُواۃ کی تفصیل یہ ہے:

(۱) حرملۃ بن یحییٰ بن حرملۃ: حافظ نے لکھا ہے کہ "صدوق" تقریب ص ٦٦، مسلم نسائی، ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

(۲) ابراہیم بن سعید الجوہری: حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ "حافظ ثقة تکلم فیہ بلا حجة" (ص۲۰) یعنی ثقہ اور حافظ ہیں جن لوگوں نے جرح کی ہے بلا حجت ہے۔

(۳) عبدالغفار بن داؤد الحرانی ابو صالح: حافظ نے لکھا ہے کہ "ثقة فقیة" بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (تقریب التھذیب ص۲۱۶)

(۴) ابن لھیعہ: عبداللہ بن لھیعہ ان کا نام ہے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ اگرچہ ان کی کتابیں جل جانے کے بعد ان کی روایتوں میں خلط آیا لیکن کذاب نہیں ہیں۔ خصوصاً جب ان کی روایت کی تائید دوسری روایتوں سے ہوتی ہے تو اعتبار کیا جائے گا۔ (تقریب ص٨٦)

(۵) ابو زرعہ عمرو بن جابر الحضرمی: یہ ضعیف ہے اور شیعہ بھی ہے لیکن دوسری صحیح روایات سے اس کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔

اب ہم اس مسئلے کے لئے مستدرک حاکم کی کچھ روایتیں نقل کرتے ہیں:

(۲۰) "حدثنا ابو محمد احمد بن عبدالله المزنی حدثنا زکریا بن یحییٰ الساجی حدثنا محمد بن اسماعیل بن ابی سمینة حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمة عن ابی هریرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ یخرج رجل یقال له السفیانی فی عمق دمشق وعامة من یتبعه من کلب فیقتل حتی یبقر بطون النساء ویقتل الصبیان فتجمع لهم قیس فیقتلها حتی لایمنع ذنب تلعة ویخرج رجل من اهل بیتی فی الحرة فیبلغ السفیانی فیبعث له جندا من جندة فیهزمهم فیسیر الیه السفیانی بمن معه حتی اذا صار ببیداء من الارض خسف بهم فلا ینجوا منهم الا المخبر عنهم. هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه." (المستدرک علی الصحیحین ص۵۲ ج۴)

حضرت ابوہریرہ ﷺ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی دمشق کے درمیان سے نکلے گا جس کو سفیانی کہا جائے گا، اس کے تابعداری کرنے والے قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے وہ لوگوں کو قتل کرے گا، یہاں تک کہ عورتوں کے پیٹ چاک کرے گا اور بچوں کو قتل کرے گا، قبیلہ قیس کے لوگ ان کے مقابلے میں جمع ہو جائیں گے وہ ان کو بھی قتل کر دے گا یہاں تک کہ کوئی باقی نہیں رہے گا، اور میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نکلے گا (یعنی مہدی) حرہ کے مقام پر سفیانی اس کے مقابلے کے لئے فوج بھیجے گا مہدی ان کو شکست دے گا پھر سفیانی خود اپنے سب لشکر کو لے کر اس کے مقابلے کے لئے آئے

گا یہاں تک کہ جب وہ بیداء کے مقام تک پہنچے گا تو زمین ان کو نگل لے گی ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

اسی طرح تلخیص المستدرک میں ذہبی نے اس حدیث کو علی شرط الشیخین مانا ہے۔

اس روایت کی طرف امام ترمذیؒ نے بھی ص ۴۶ ج ۲ میں اشارہ کیا ہے، اس روایت میں اگرچہ امام مہدی کے نام کی صراحت نہیں ہے لیکن ایک تو یہ کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی دوسری روایت میں نام کی صراحت موجود ہے اور ساتھ یہی صفات مذکورہ موجود ہیں۔

نیز یہ بھی کہ محدثین نے اس سے مراد مہدی ہی لیا ہے:

(۲۱) "اخبرنی احمد بن محمد بن سلمه العندی حدثنا عثمان بن سعید الدارمی حدثنا سعید بن ابی مریم انبأنا نافع بن یزید حدثنی عیاش بن عباس ان الحارث بن یزید حدثه انه سمع عبدالله بن زریر الغافقی یقول سمعت علی بن ابی طالب ﷺ یقول ستکون فتنة یحصل الناس منها کما یحصل الذهب فی المعدن فلا تسبوا اهل الشام و سبوا ظلمتهم فان فیهم الابدال وسیرسل الله الیهم سیباً من السماء فیغرقهم حتی لو قاتلهم الثعالب غلبهم ثم یبعث الله عند ذالک رجلا من عترة لرسول ﷺ فی اثنی عشر الفاو خمسة عشرا الفاً ان کثروا امارتهم او علامتهم امت امت علیٰ ثلاث رأیات یقاتلهم اهل سبع رایات لیس من صاحب رأیة الا وهو یطمع بالملک فیقتلون ویهزمون ثم

یظھر الھاشمی فیرد اللہ الی الناس الفتھم ونعمتھم فیکونون علیٰ ذالک حتیٰ یخرج الدجال ھذاحدیث صحیح الاسنادولم یخرجاۃ."
(مستدرک حاکم ص۵۵۳ ج۱)

حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ عنقریب فتنہ ہوگا اس میں لوگ ایسے حاصل ہوں گے جیسے کان میں سونا نکلتا ہے، تم اہل شام کو گالیاں مت دو، وہاں کے ظالم لوگوں کو برا کہو ان میں ابدال ہوں گے، وہاں کے لوگوں پر بارش برسے گی، زیادہ لوگ غرق اور کمزور ہوجائیں گے، اگر گیدڑ بھی ان سے لڑے تو ان لوگوں پر غالب آئے، پھر اللہ تعالیٰ ہاشمی کو یعنی مہدی کو مبعوث کریں گے جو نبی کریم ﷺ کے اولاد میں سے ہوں گے، ان کے ساتھ بارہ ہزار یا پندرہ ہزار کا لشکر ہوگا ان کی لڑائی کا نعرہ امت کا لفظ ہوگا۔ تین جھنڈوں کے نیچے ان کا لشکر لڑے گا ان کے مقابل سات جھنڈوں کے نیچے ہوں گے یعنی زیادہ ہر جھنڈے والا اقتدار کی طمع میں ہوگا وہ لڑیں گے اور شکست کھائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہاشمی کو یعنی مہدی کو فتح دے گا۔

اسی طرح امام ذہبیؒ نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (تلخیص المستدرک ص۵۵۳ ج۱)

اس روایت میں بھی اگرچہ نام کی صراحت نہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری روایات میں جیسے ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲، ترمذی ص ۴۶ ج ۲ میں ہے نام کی صراحت موجود ہے۔

(۲۲) "حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب حدثنا الحسن بن علی بن عفان العامری حدثنا عمرو بن محمد العنقزی حدثنا یونس بن ابی

اسحاق اخبرنی عمار الذھبی عن ابی الطفیل عن محمد بن الحنفیة قال کنا عند علی ﷜ فسألہ رجل عن المھدی فقال علی ﷜ ھیھات ثم عقد بیدہٖ سبعاً فقال ذاک یخرج فی اخر الزمان اذا قال الرجل اللہ اللہ قتل فیجمع اللہ تعالیٰ قوما قزع کقزع السحاب یؤلف اللہ بین قلوبھم لایستوحشون الیٰ احد ولا یفرحون باحدٍ یدخل فیھم علی عدة اصحاب بدر لم یسبقھم الاوّلون ولا یدرکھم الأخرون وعلیٰ عدد اصحاب طالوت الذین جاوزوا معہ النھر الیٰ ان قال ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ." (مستدرک حاکم ص۵۵۴ ج۴)

اسی طرح امام ذہبیؒ نے اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (صفحہ مذکورہ)

ترجمہ یہ ہے کہ کسی آدمی نے حضرت علی ﷜ سے مہدی کے متعلق پوچھا، فرمایا: کہ وہ آخر زمانے میں نکلے گا۔

نیز محمد بن الحنفیہ کی یہ روایت ابن ماجہ ص ۳۰۰ پر بھی ہے۔

(۲۳) "حدثنا الشیخ ابوبکر بن اسحاق وعلی بن حمشاذ العدل وابوبکر محمد بن احمد بن بالویہ قالوا حدثنا بشر بن موسی الاسدی حدثنا ھوذة بن خلیفة حدثنا عوف بن ابی جمیلة وحدثنی الحسین بن علی الدارمی حدثنا محمد بن اسحاق الامام حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابن ابی عدی عن عوف حدثنا ابو الصدیق الناجی عن ابی سعید الخدری ﷜ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعة حتی تملأ الارض

ظلماً وجوراً وعدواناً ثم یخرج من اھل بیتی من یملأ ھا قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وعدواناً. ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ. (مستدرک حاکم ص ۵۵۷ ج ۴)

ابوسعید خدری ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین ظلم وزیادتی سے بھر جائے گی، اس کے بعد میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نکلے گا جو زمین کو انصاف وعدل سے بھر دے گا۔

اسی طرح امام ذہبیؒ نے بھی خ،م کی علامت لگائی یعنی صحیح ہے اور بخاری ومسلم کے شرط پر ہے۔

ترجمہ: ابوسعدی خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین ظلم وزیادتی سے بھر جائے گی اس کے بعد میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نکلے گا جو زمین کو انصاف وعدل سے بھر دے گا۔

یہ روایت ترمذی ص ۴۶ ج ۲، ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲، ابن ماجہ ص ۳۰۰ میں بھی موجود ہے۔ اس روایت میں اگرچہ نام کا ذکر نہیں لیکن ایک تو یہ کہ محدثین اس حدیث کو مہدی ہی کے باب میں ذکر کرتے ہیں، جیسے کہ ابن ماجہ، ابوداؤد اور ترمذی کا حوالہ گزر چکا ہے۔ نیز یہ کہ شارحین اس سے مراد امام مہدی ہی کو لیتے ہیں۔

(۲۴) "حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی حدثنا عمرو بن عاصم الکلابی حدثنا عمران القطان حدثنا قتادۃ عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری ﷛ قال قال رسول اللہ ﷺ

المھدی منا اھل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یعیش ھکذا وبسط یسارہ واصبعین من یمینہ المسبحۃ والابھام وعقد ثلاثۃ. ھذا حدیث صحیح علیٰ شرط مسلم ولم یخرجاہ." (مستدرک حاکم ص ۵۵۷ ج ۴)

مطلب یہ ہے کہ مہدی اہل بیت میں سے ہوگا کھلی پیشانی اور سیدھی باریک ناک والا، زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

اسی طرح امام ذہبیؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح علی شرط مسلم تسلیم کیا ہے۔

(۲۵) "اخبرونی ابو النضر الفقیہ حدثنا عثمان بن سعید الدارمی حدثنا عبداللہ بن صالح انبأنا ابو الملیح الرقی حدثنی زیاد بن بیان و ذکر من فضلہ قال سمعت سعید بن المسیب یقول سمعت ام سلمۃ تقول سمعت النبی ایذکر المھدی فقال نعم ھو حق وھو من بنی فاطمہ."

یہ حدیث بھی صحیح ہے، امام ذہبیؒ نے اس پر کوئی جرح نہیں کی ہے۔ یعنی مہدی کا ظہور حق ہے اور وہ بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔

مستدرک حاکم کی یہ سب حدیثیں صحیح ہیں، جو صراحۃً خروج مہدی پر دلالت کرتی ہیں، عام طور پر لوگ حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں کرتے ہیں لیکن یہ قاعدہ تو محدثین کے نزدیک مشہور ہے کہ ذہبی اور حاکم جب کسی حدیث کی تصحیح پر متفق ہوجائیں تو وہ محدثین کے نزدیک یقیناً صحیح ہوتی ہے جیسے کہ مولانا محمد تقی عثمانی کی درس ترمذی میں اس

کی صراحت موجود ہے۔ (درس ترمذی ص ۵۲،۵۳ ج ۱)

اسی طرح حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں فرمایا:

"ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسی را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شو تا وقتیکہ تعقبات و تلحیقات مزانہ بیند۔" (ص ۱۰۹،۱۱۰)

یعنی ذہبی نے کہا ہے کہ جب تک میری گرفت اور بحث نہ دیکھی جائے حاکم کی تصحیح پر مغرور نہ ہونا چاہئے، یعنی دونوں کا قول جب متفق ہو جاتا ہے تو پھر وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔

مذکورہ احادیث میں کچھ تو صحیح ہیں اور کچھ درجہ حسن کی ہیں، ضعیف کوئی بھی نہیں، لیکن اگر ضعیف ہو بھی تو بھی تعدد طرق کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہیں، جیسے حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ:

"وبکثرة طرقه یصحح." (شرح نخبہ ص ۳۵)

یعنی کثرت طرق کی وجہ سے حدیث درجہ صحت تک پہنچتی ہے۔

(۲۶) "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن قتادة یرفعه الی النبی ﷺ قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من المدینة فیأتی مکة فیستخرجه الناس من بیته وهو کاره فیبایعونه بین الرکن والمقام فیبعث الیه جیش من الشام حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بهم فیأتیه عصائب العراق وابدال الشام فیبایعونه فیستخرج الکنوز ویقسم المال و یلقی الاسلام بجرانه الی الارض یعیش فی ذالک سبع سنین اوقال تسع

سنین." (مصنف عبدالرزاق ص ۳۷۱ ج ۱۱، باب المہدی حدیث نمبر ۲۰۷۶۹)

یہ روایت پہلے ابوداؤد کے حوالہ سے گزر چکی ہے، وہاں ہم اس کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں، اور اس کی صحت کے متعلق بھی مختصر کلام ہو چکا ہے۔ نیز اس روایت کی صحت کو امام ہیثمیؒ نے بھی مجمع الزوائد میں تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی نے مصنف عبدالرزاق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

"واخرجه الطبرانی ایضاً قال الهیثمی رجاله رجال الصحیح ص ۳۱۵ ج ۷ نقلاً عن تعلیق مصنف عبدالرزاق ص ۳۷۱ ج ۱۱۔"

(۲۷) "اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن ابی هارون عن معاویه بن قرة عن ابی الصدیق الناجی عن ابی سعید الخدری ﷺ قال ذکر رسول الله ﷺ بلاءً یصیب هذه الامة حتی لایجد الرجل ملجا یلجأ الیه من الظلم فیبعث الله رجلاً من عترتی من اهل بیتی فیملأ به الارض قسطاً وعدلاً کماملئت ظلماً وجوراً یرضی عنه ساکن السماء وساکن الارض لا تدع السماء من قطرها شیئاً الا صبته مدراراً ولا تدع الارض من مائها شیئا الا اخرجته حتی تتمنی الاحیاء الاموات یعیش فی ذلک سبع سنین او ثمان اوتسع سنین." (مصنف عبدالرزاق ص ۳۷۲ ج ۱۱ حدیث نمبر ۲۰۷۷۰)

یہ حدیث پہلے ابوداؤد و ابن ماجہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے اور مستدرک حاکم میں بھی ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی اس حدیث پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"حدیث ابی سعید رُوی من غیر وجه کما قال الترمذی فراجع الترمذی ص۴۶ ج۲ و ابن ماجه ص۳۰۰ والزوائد للهیشمی واما بهذا اللفظ فاخرجه الحاکم فی المستدرک."

نوٹ: اس حدیث کا ترجمہ بھی گزر چکا ہے۔

(۲۸) "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی الجلد قال تکون فتنة ثم تتبعها اخری لا تکن الاولیٰ فی الآخرة الا کثرة السوط تتبعه ذباب السیف ثم تکون فتنة فلا یبقی لله محرم الا استحل ثم یجتمع الناس علیٰ خیرهم رجلاً تأتینه امارته هنینا وهو فی بیته." (مصنف عبدالرزاق ص۳۷۲ ج۱۱ حدیث نمبر ۲۰۷۷۱)

ترجمہ یہ ہے کہ تین بڑے فتنے ہوں گے اس کے بعد چوتھا بہت برا فتنہ ہوگا، جس میں اللہ تعالیٰ کی سب حرام کردہ چیزوں کو حلال بنا دیا جائے گا اس کے بعد لوگ ایک بہتر اور بزرگ آدمی یعنی مہدی پر جمع ہو جائیں گے اس کے پاس امارت آسانی سے آئے گی یعنی خود بخود، جبکہ وہ گھر میں بیٹھا ہوگا۔

اس حدیث کے راوی سب کے سب ثقہ ہیں۔

(۲۹) "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن مطر عن رجل عن ابی سعید الخدری ﷺ قال ان المهدی اقنی اجلی." (مصنف عبدالرزاق ص۳۷۲ ج۱۱)

یہ حدیث بھی ابوداؤد کے حوالہ سے پہلے بمع ترجمہ گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں باقی راوی تو ثقہ ہیں سوائے اس کے کہ ایک آدمی مجہول ہے،

لیکن جیسے کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ دوسری روایات اس کی متابع اور مؤید موجود ہیں، اس لئے یہ روایت قابل اعتبار ہے۔

(۳۰) "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن سعید الخدری ﷺ عن ابی نضرة عن جابر بن عبدالله قال یکون علی الناس امام لا یعدهم الدراهم ولکن یحثو." (مصنف عبدالرزاق ص۳۷۲ ج۱۱ حدیث نمبر ۲۰۷۷۴)

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی نے مصنف عبدالرزاق کے حاشیے میں لکھا ہے کہ: "اخرجه البزار و مسلم ص۳۲۵ ج۲ من حدیث ابی سعید و جابر جمیعاً." (مصنف ص۳۷۲ ج۱۱)

ہاں یہ حدیث موقوف ہے لیکن یہ بات محدثین کے نزدیک مسلم ہے، کہ غیر مدرک بالقیاس مسائل میں قول صحابی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے، خصوصاً جبکہ یہ حدیث ابوسعید خدریؓ سے مرفوع بھی منقول ہے۔

اس حدیث میں بھی اگرچہ نام کی صراحت موجود نہیں ہے لیکن امام عبدالرزاق اور مسلم وغیرہما کا اس کو خروج مہدی کے باب میں نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں "امام" کے لفظ سے مہدی ہی مراد ہے۔

(۳۱) "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن ابی طاؤس عن علی بن عبدالله بن عباس قال لا یخرج المهدی حتی تطلع مع الشمس ایة." (مصنف عبدالرزاق ص۳۷۳ ج۱۱) یعنی مہدی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب تک سورج کے ساتھ کسی نشانی کا طلوع نہ ہو۔

یہ روایت بھی صحیح ہے اور اس رُواۃ قابل اعتبار ہیں۔

عبدالرزاق اور معمر تو بخاری اور مسلم کے مشہور راوی ہیں، علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "ثقة عـابد" (ص ۲۴۷)، نیز ان پر نخ م عد کی علامتیں بنائیں ہیں، یعنی مسلم، بخاری کے ادب المفرد اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ اور ابن طاؤس کا نام عبداللہ بن طاؤس ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں ان کے متعلق لکھا ہے "ثقة عابد فاضل" (ص ۱۷۷) یعنی ثقہ اور قابل اعتبار ہیں۔

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن مرسل جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی جب مرفوع سے تائید ہوجائے تو پھر حجت ہے۔ جیسے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے مقدمہ فتح الملہم میں لکھا ہے:

"وقال بعض الائمة المرسل صحيح يحتج به وهو مذهب ابى حنيفه و مالک واحمد فى روايته المشهورة حكاه النووى وابن القيم وابن كثير وغيرهم وجماعة من المحدثين وحكاه النووى فى شرح المذهب من كثير من الفقهاء و نقله الغزالى عن الجماهير." (مقدمہ فتح الملہم ص ۳۴ ج ۱)

یعنی بعض ائمہ نے کہا ہے کہ مرسل حدیث حجت ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور مشہور روایت کے مطابق امام احمدؒ کا مذہب ہے، جیسے کہ امام نوویؒ، امام ابن قیمؒ اور ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے اور نوویؒ نے شرح مہذب میں اس کو بہت سے فقہاء سے اور امام غزالی نے جمہور سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح اس روایت کی تائید ہماری نقل کردہ مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے، تو پھر امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حجت ہوگی۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے:

"وثانيهما وهو قول المالكيين والكوفيين يقبل مطلقاً وقال الشافعى يقبل ان اعتضد بمجيئه من وجه اٰخريباين الطريق الاولىٰ مسنداً كان او مرسلاً يترجح احتمال كون المحذوف ثقة فى نفس الامر." (ص ۵۵)

یعنی امام احمدؒ بن حنبل کا قول ثانی اور مالکیہ اور کوفیین یعنی امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل حجت ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب دوسری سند سے اس کی تائید ہوجائے تو پھر حجت ہوگی چاہے دوسری سند مسند ہو یا مرسل۔

(۳۲) "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن ايوب او غيره عن بن سيرين قال ينزل ابن مريم عليه لامته وممصرتان بين الاذان والاقامة فيقولون له تقدم فيقول بل يصلى بكم امامكم انتم امراء بعضكم علىٰ بعض." (مصنف عبدالرزاق ص ۳۹۹ ج ۱۱) یعنی حضرت عیسی علیہ السلام اتریں گے اور ان کے اوپر دو زرد قسم کے کپڑے ہوں گے اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت ہوگا، لوگ ان سے کہیں گے کہ نماز کے لئے آگے آجایئے وہ فرمائیں گے کہ نہیں تم اس امت کے لوگ ایک دوسرے کے امام ہو تمہارا امام نماز پڑھائے۔

اس حدیث میں جو امام نماز پڑھائیں گے وہ امام مہدی ہوں گے جیسے کہ مصنف عبدالرزاق میں اس روایت کے بعد دوسری روایت ہے کہ: اخبرنا عبدلرزاق

عن معمر قال كان ابن سيرين يرى انه المهدى الذى يصلى وراه عيسىٰ. (ص۳۹۹ ج۱۱) یعنی عیسیٰ علیہ السلام جس امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ امام مہدی ہوں گے۔

یہ روایت صحیح ہے، علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی اس روایت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

"اخرج بعض معناه البخارى ص۳۱۷ ج۶ و مسلم من حديث ابى هريرة واحمد من حديث جابر و بعضه مسلم من حديث جابر ص۸۷ ج۱۔"
یعنی اس روایت کے کچھ حصوں کی تخریج بخاری نے کی ہے، اور مسلم اور مسند احمد میں بھی روایت موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

(۳۳) "اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن الزهرى عن نافع مولى ابى قتادة عن ابى هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ كيف بكم اذا نزل فيكم ابن مريم حكما فامكم او قال امامكم منكم." (مصنف عبدالرزاق ص۴۰۰)
یعنی کیسے ہو گے تم جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فیصلہ والے بن کر اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

اس روایت میں امام سے مراد امام مہدی ہیں جیسے کہ اس سے پہلے ابن سیرین کا قول مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۳۹۹ ج۱۱)

نیز یہ روایت بھی صحیح ہے کیونکہ بخاری و مسلم دونوں نے اس کی تخریج کی ہے، جیسے مصنف عبدالرزاق کے محشی علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی نے لکھا ہے:

"اخرجه الشيخان لفظ البخارى و مسلم امامكم منكم." (ص۴۰۰ ج۱۱)
یعنی یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی مروی ہے اور بخاری و مسلم دونوں میں لفظ و امامکم منکم مروی ہے۔

(۳۴) "حدثنا عمرو الناقد وابن ابى عمرو واللفظ لعمرو قالا حدثنا سفيان بن عيينة عن امية بن صفوان سمع جدة عبدالله بن صفوان يقول اخبرتنى حفصة انها سمعت رسول الله ﷺ يقول ليؤمن هذا البيت جيش يغزون حتىٰ اذا كانوا يبيداء من الارض يخسف بهم باوسطهم وينادى اولهم اخرهم ثم يخسف بهم فلا يبقى الا الشريد الذى يخبر عنهم فقال رجل اشهد عليك انك لم تكذب على حفصة واشهد علىٰ حفصة انها لم تكذب على النبى ﷺ ." (صحیح مسلم ص۳۸۸ ج۲)

(۳۵) "وحدثنى محمد بن حاتم بن ميمون حدثنا الوليد بن صالح حثنا عبيد الله بن عمرو انبأنا زيد بن ابى انيسه عن عبدالملك العامرى عن يوسف بن ماهك قال اخبرنى عبدالله بن صفوان عن ام المومنين ان رسول الله ﷺ قال سيعو د بهذا البيت يعنى الكعبة قوم ليست لهم متعة ولا عدد ولا عدةيبعث اليهم جيش حتى اذاكانوابيبداء من الارض خسف بهم قال يوسف واهل الشام يومئذ يسيرون الى مكة فقال عبدالله بن صفوان ام والله ماهو بهذا الجيش الذى ذكره عبدالله بن صفوان." (مسلم ۳۸۸ ج۲)

ان دونوں روایتوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک لشکر بیت اللہ کا قصد کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیں گے آگے عبداللہ بن صفوان فرماتے ہیں کہ اس سے شامیوں کا وہ لشکر مراد نہیں جو عبداللہ بن زبیر کے دور میں بیت اللہ کے پاس ان کے مقابلے کے لئے آئے گا۔

ان دونوں روایتوں میں اگرچہ مہدی کی صراحت نہیں ہے لیکن ان دونوں صحیح روایتوں میں وہ صفات مذکور ہیں جو مہدی کے نام کے ساتھ صراحت سے احادیث میں ذکر ہیں جس سے صرف اتنا ثابت کرنا مقصود ہے کہ مہدی کے متعلق وہ روایتیں جو پہلے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ س گزر چکی ہیں وہ بے اصل نہیں۔ بلکہ ان کی مؤید روایتیں مسلم میں بھی موجود ہیں۔ نیز یہ کہ مسلم ہی میں ان روایتوں کے بعد جو روایت مروی ہے جس کو ہم آگے چل کر نقل کریں گے، اس میں رجل من قریش کے الفاظ موجود ہیں جس سے محدثین کی تصریح کے مطابق مہدی ہی مراد ہے۔

تو گویا ان حدیثوں کا تعلق بھی ظہور مہدی کے ساتھ ہے۔ نیز یہ کہ حدیث کے ساتھ تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ امام مسلم کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مبہم روایتوں کو پہلے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اس روایت کی تشریح کے دوسری روایتیں نقل کرتے ہیں اور ان روایتوں کے بعد امام مسلمؒ نے من رجل قریش والی روایت نقل کی ہے، جس میں گویا اس طرف اشارہ ہے کہ ان روایتوں کا تعلق بھی ظہور مہدی ہی سے ہے۔

(۳۶) ”حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا یونس بن محمد حدثنا

القاسم بن الفضل الحرانی عن محمد بن زیاد عن عبداللہ بن الزبیر ان عائشة قالت لمعبث رسول اللہ ﷺ فی منامة فقلنا یا رسول اللہ صنعت شیئا فی منامک لم تکن تفعله فقال العجب ان ناساً من امتی یؤمون البیت برجل من قریش قدلجأ بالبیت حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بهم فقلنا یا رسول اللہ ان الطریق قد یجمع الناس قال نعم فیهم المستبصر والمجبور وابن السبیل یهلکون مهلکا واحدا ویصدرون من مصادر شتی یبعثهم اللہ علیٰ نیاتهم.“ (مسلم ص۳۸۸ ج۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نیند میں ہل گئے اور مضطرب ہوئے تو ہم نے پوچھا کہ آج آپ نے ایسا کام کیا جو آپ نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ فرمایا: ہاں تعجب ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ قریش کے ایک آدمی کو قتل کرنے کے لئے بیت اللہ کا قصد کریں گے جبکہ اس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوگی یہاں تک یہ لشکر جب بیداء تک پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا۔

اب اس حدیث میں رجل من قریش سے مراد مہدی ہیں، اس لئے کہ عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے جو لشکر آیا تھا وہ تو زمین میں نہیں دھنسا تھا، تاریخ اس کی گواہ ہے، نیز لشکر کی یہ صفات ان احادیث میں مروی ہیں جس میں مہدی کے نام کی صراحت بھی ہے اور ان احادیث کو محدثین نے خروج مہدی کے ابواب میں نقل بھی کیا ہے، تو معلوم ہوا کہ قریش کے اس آدمی سے مراد مہدی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۷) ”حدثنا زهیر بن حرب و علی بن حجر واللفظ لزهیر قالا

حدثنا اسماعیل بن ابراهیم عن الجریری عن ابی نضرة قال كنا عند جابر بن عبدالله فقال یوشک اهل العراق ان لا یجیء الیهم قفز ولا درهم قلنا من این ذاک قال من قبل العجم یمنعون ذاک ثم قال یوشک اهل الشام ان لا یجییٔ الیهم دینار ولا مدی قلنا من این ذاک قال من قبل الروم ثم سکت هنية ثم قال قال رسول الله ﷺ یکون فی اخر امتی خلیفة یحثی المال حثیاً ولا یعده عداً قال قلت لابی نضرة وابی العلاء اتریان انه عمر بن عبدالعزیز فقال لا ." (صحیح مسلم ص۳۹۵ ج۲)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قریب ہے کہ اہل عراق کے پاس نہ درہم و دینار آئیں گے نہ کچھ غلہ، کسی نے پوچھا کہ یہ مصیبت کس کی طرف سے آئے گی، کہا کہ عجم کی طرف سے، پھر فرمایا کہ قریب ہے کہ اہل شام کی بھی یہی حالت ہوگی، تو کسی نے پوچھا کہ یہ کس کی طرف سے؟ کہا کہ اہل روم کی طرف سے۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو بغیر گنے تقسیم کرے گا، جریری کہتے ہیں کہ میں نے ابونضرہ اور ابوالعلاء سے پوچھا کہ کیا اس خلیفہ سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں تو فرمایا نہیں۔

اس حدیث میں خلیفہ سے محدثین کی تصریحات کے مطابق مہدی مراد ہیں، کیونکہ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے مہدی کے صفات میں خروج مہدی کے باب میں ذکر کیا ہے۔

(۳۸) "حدثنا نضر بن علی الجهضمی حدثنا بشر یعنی ابن المفضل

ح وحدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل یعنی ابن علیة كلاهما عن سعید بن یزید عن ابی نضرة عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ من خلفائکم خلیفة یحثو المال حثیاً ولا یعدهٗ عددا وفی روایة ابن حجر یحثی المال." (صحیح مسلم ص۳۹۵ ج۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے خلفاء میں ایک خلیفہ ہوں گے جو مال کو بغیر گنے تقسیم کریں گے۔ اس حدیث میں بھی سابق تفصیل کے مطابق خلیفہ سے مراد مہدی ہیں۔

(۳۹) "وحدثنی زهیر بن حرب حدثنا عبدالصمد بن عبدالوارث حدثنا ابی حدثنا داؤد من ابی نضرة عن ابی سعید و جابر بن عبدالله قالا قال رسول الله ﷺ یکون فی اخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعده." (مسلم ص۳۹۵ ج۲)

اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے جو گزشتہ حدیثوں کا تھا۔ اس حدیث میں بھی خلیفہ سے مراد مہدی ہیں۔ کما بیناہ

(۴۰) "حدثنی حرملة بن یحییٰ قال اخبرنا ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی نافع مولیٰ ابی قتادة الانصاری ان ابا هریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم." (صحیح مسلم ص۹۸۷ ج۱)

یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

تمہارا امام تم میں سے ہوگا اس سے مراد مہدی ہیں، جیسے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الملہم ص۳۰۳ ج۱)

(۴۱) "حدثنا الولید بن شجاح وهارون بن عبدالله و حجاج بن الشاعر قالواحدثنا حجاج وهوابن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبدالله یقول سمعت النبی ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الیٰ یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة." (مسلم ص۸۷ ج۱)

یعنی حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا فرما رہے تھے کہ ہمیشہ میری امت میں ایک جماعت حق کے لئے لڑتی رہے گی اور وہ غالب رہے گی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو مسلمانوں کے امیر ان سے عرض کریں گے کہ آیئے نماز پڑھایئے وہ فرمائیں گے کہ نہیں اس امت کے لوگ خود بعض بعض کے لئے امام اور امیر ہیں۔

اس حدیث میں بھی مسلمانوں کے امیر سے مراد مہدی ہیں۔ جیسے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں لکھا ہے کہ: "قوله فیقول امیرهم الخ هو امام المسلمین المهدی الموعود المسعود." (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص۳۰۳ ج۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ سب احادیث جن میں امیر یا خلیفہ کا لفظ مبہم مذکور ہے اس سے مراد مہدی ہیں۔

(۴۲) "ابشر وابا لمهدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف من الناس وزلزال فیملأ الارض قسطاً وعدلاً کماملئت ظلماً وجوراً و یرضی ساکن السماء وساکن الارض و یقسم المال سماحاً بالسویة ویملأ قلوب امة محمد غنی ویسعهم عدله حتی انه یأمر منادیاً ینادی من له حاجة الی فما یأتیه احد الارجل واحد یأتیه فیسئله فیقول انت الخازن حتی یعطیک فیاتیه فیقول انا رسول المهدی الیک لتعطینی مالا فیقول احث فیحثی ولا یستطیع ان یحمله فیلقی حتی یکون قدر ما یستطیع ان یحمله فیخرج به فیندم فیقول انا کنت اجشع امة محمد نفسا کلهم دعی الی هذا المال فترکه غیری فیرد علمه فیقول انا لا نقبل شینا اعطیناه فیلبث فی ذالک ستا اوسبعاً اوثمانیا او تسع سنین ولاخیر فی الحیوة بعده." (منتخب کنز العمال علی حاشی مسند احمد ص۲۹ ج۶)

ابوسعید الخدری ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خوشخبری قبول کرو مہدی کے ساتھ کہ میرے اہل میں سے ہوگا اور اس کا ظہور امت کے اختلاف اور زلزلوں کے وقت ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و زیادتی سے بھر چکی ہوگی، زمین اور آسمان کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے اور مال برابر اور عدل سے تقسیم کرے گا اور امت محمدی کے دلوں کو مستغنی کر دے گا، یہاں تک کہ ان کا منادی آواز دے گا کہ اگر کسی کو کوئی حاجب ہو تو وہ میرے پاس آئے، سوائے ایک آدمی کے اور کوئی نہیں آئے گا وہ ایک آدمی آ کر ان سے سوال کرے گا تو وہ فرمائیں گے کہ

میرے خزانچی کے پاس جاؤ وہ جائے گا تو خزانچی سے کہے گا کہ میں مہدی کا فرستادہ ہوں مجھے مال دے دے، وہ کہے گا لے لو، تو وہ اتنا اٹھالے گا کہ اٹھا نہیں سکے گا پھر اس کو کم کرے گا اتنا لے گا جتنا اٹھا سکے گا، پھر باہر جا کر نادم ہو جائے گا کہ پوری امت کو آواز دی گئی، سوائے میرے کوئی نہیں آیا، تو وہ مال واپس کرنا چاہے گا لیکن خزانچی کہے گا نہیں ہم جب کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے، مہدی چھ سات یا آٹھ یا نو سال تک رہیگا۔

یہ حدیث منتخب کنز العمال میں محدث علی متقی نے مسند احمد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اور مسند احمد کی حدیثوں کے متعلق اس نے کتاب کے ابتداء میں بتایا ہے:

"وكل ما كان فی مسند احمد فهو مقبول فان الضعيف الذی فيه يقرب من الحسن." (منتخب کنز العمال علی حاشیہ مسند احمد)

یعنی جو حدیث مسند احمد کی ہوگی وہ مقبول ہے اس میں اگر ضعیف بھی ہو تو وہ درجہ حسن کے قریب ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بہر حال مقبول ہے۔ نیز یہ حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ مسند احمد (ص ۵۲ ج ۳) میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ رُواۃ کی تفصیل یہ ہے:

(۱) زید بن الحباب: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے "اصله من خراسان وكان بالكوفة ورحل فی الحديث فاكثر منه وهو صدوق." (ص ۱۱۲) یعنی اصلاً یہ خراسان کے باشندے تھے لیکن کوفہ میں رہتے تھے اور

سچے تھے۔ نیز حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق یہ مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ گویا ان سب کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔

(۲) حماد بن زید: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے "ثقة ثبت فقيه." (ص ۸۲) یعنی قابل اعتماد اور فقیہ تھے۔

(۳) معلّٰی بن زیاد: معلّٰی بن زیاد کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذب میں لکھا ہے کہ "صدوق قليل الحديث زاهد." (ص ۳۴۴) یعنی سچے اور زاہد ہیں اور بہت کم حدیث نقل کرتے ہیں۔

خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں خزرجی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "وثقهٗ ابو حاتم" (ص ۳۸۴) یعنی ابو حاتم نے ان کو قابل اعتماد کہا ہے۔ نیز یہ کہ امام بخاری نے بھی ان سے تعلیقاً صحیح بخاری میں روایت لی ہے اور مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

(۴) ابو الصدیق الناجی: ان کا نام بکر بن عمرو ہے اور یہ سنن اربعہ یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں ان کی توثیق کی ہے۔ (۴۷)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل اعتماد اور صحیح ہے۔

(۴۳) "اذا رأيتم الرايات السود قد جاءت من قبل خراسان فائتوها فان فيها خليفة الله المهدی." (منتخب کنز العمال ص ۲۹ ج ۶ علی حاشیہ مسند احمد)

یعنی جب تم کالے جھنڈے دیکھ لو کہ خراسان کی طرف سے آئے تو اس کی طرف چلے جاؤ اس لئے کہ اس میں خدا کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔

اس روایت کو صاحب منتخب نے مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور مستدرک حاکم ، بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان اور مختارہ ضیاء مقدسی کے متعلق مصنف نے امام سیوطی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"مافی الکتب الخمسه خ م حب ک ص صحیح فالعزوا الیها معلم بالصحه سوی مافی المستدرک من المتعقب فانبه علیه."

(منتخب کنز العمال ص ۹ ج ۱، علی حاشیہ مسند احمد ج ۱)

یعنی بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان، مستدرک اور ضیاء مقدسی کے مختارہ سے جب ہم روایت نقل کریں گے اور ان کتابوں کی طرف منسوب کریں گے تو یہ اس روایت کی صحت کی علامت ہے۔ ہاں مستدرک کی وہ روایات جن پر جرح ہے اس پر تنبیہ کروں گا اور اس روایت پر کوئی تنبیہ نہیں کی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل اعتبار ہے۔

نیز یہ روایت مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

"حدثنا وکیع عن الاعمش عن سالم عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا رأیتم رایات السود قد جاء ت من قبل خراسان فائتو ها فان فیها خلیفة الله المهدی." (ص ۲۷۷ ج ۵)

اس روایت کے راوی سب ثقہ ہیں، تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) وکیع: ان کا نام وکیع بن الجراح ہے، یہ مشہور محدث ہیں، اور ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "ثقـه" (ص ۳۶۹)۔ نیز اگر وکیع بن عدس ہو یا وکیع بن محرز ہو تو یہ دونوں بھی ثقہ ہیں۔

(۲) اعمش: ان کا نام سلیمان بن مہران ہے، یہ بھی ثقہ ہیں۔ (تقریب ص ۱۳۶) حافظ نے لکھا ہے کہ "ثقـه حـافـظ عـارف بالقراء ة ورع" یعنی قابل اعتماد ہیں۔

(۳) سالم: سالم سے مراد سالم بن ابی الجعد ہیں، ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ "ثقه و کان یرسل" یعنی ثقہ ہے اور ارسال کرتے ہیں۔ (تقریب ص ۱۱۴)

اور علامہ خزرجی نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ:

"قال احمد: لم یلق ثوبان و قال البخاری لم یسمع منه."

یعنی امام احمد نے فرمایا کہ ان کی ملاقات ثوبان سے ثابت نہیں ہے۔ اور امام بخاری نے فرمایا کہ انہوں نے ثوبان سے نہیں سنا۔

تو اب اس روایت پر اعتراض ہوگا کہ یہ روایت انہوں نے ثوبان سے بالا واسطہ نقل کی ہے تو منقطع ہوگی لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے اور ثوبان کے درمیان معدان بن ابی طلحہ موجود ہے جیسے کہ خود مسند احمد (ص ۲۷۶، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۳ ج ۵) میں سالم اور ثوبان کے درمیان معدان بن ابی طلحہ موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی سالم نے معدان ہی سے لی ہے۔

البتہ ان کی عادت ارسال کی تھی یا یہ کہ معدان ان کے مشہور استاد تھے اس لئے ان کا نام ذکر نہیں کیا اور اگر تدلیس بھی ہے تو تدلیس ثقہ سے ہوگی اس لئے کہ معدان بھی ثقہ ہے، جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے معدان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "شـامـی ثقـه" (ص ۳۴۳) یعنی معدان بن ابی طلحہ شامی ہیں اور قابل اعتماد ہیں۔ تو

تدلیس ثقہ سے ہے اور ایسی صورت تدلیس کی محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بہرحال قابل اعتبار ہے، نیز سالم کی توثیق، ابوزرعہ، یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے کی ہے۔ تو وہ خود بھی ثقہ ہیں۔
(حاشیہ خلاصہ ص ۱۳۶)

اسی طرح معدان کی توثیق بھی عجلی اور ابن سعد نے کی ہے۔ (حاشیہ خلاصہ ص ۳۸۳)
نیز یہ کہ یہ حدیث مستدرک حاکم میں ثوبان سے بجائے معدان بن ابی طلحہ کے ابواسماء الرحبی نے نقل کی ہے۔ (مستدرک حاکم ص ۵۰۲ ج ۴)

اور ابواسماء الرحبی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ان کا نام عمرو بن مرثد ہے۔ ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ثقہ اور قابل اعتبار راوی ہیں۔ (تقریب ص ۲۶۲)

اسی طرح خلاصہ میں خزرجی نے ان کی توثیق عجلی سے نقل کی ہے ص ۲۹۳۔ مستدرک کے روایت میں ابواسماء سے نقل کرنے والے ابوقلابہ ہیں۔ ابوقلابہ اگر عبداللہ بن زید الجرمی ہوں تو یہ بھی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے ثقۃ فاضل۔ (تقریب ص ۱۷۴)

اور اگر ابوقلابہ سے مراد عبدالملک بن محمد ہوں کہ یہ بھی ابوقلابہ کہلاتے ہیں تو یہ بھی ثقہ ہیں۔ ان کے متعلق بھی حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ صدوق یعنی سچے ہیں۔
(تقریب ص ۲۲۰)

ابوقلابہ سے نقل کرنے والے خالد الحذاء ہیں۔ ان کا نام خالد بن مہران ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ثقۃ۔ (تقریب ص ۹۰) یعنی قابل اعتماد

ہیں۔ اسی طرح خلاصہ للخزرجی میں ان کی توثیق منقول ہے۔ (ص ۱۰۳)

اسی طرح تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین، نسائی، امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ (حاشیہ خلاصہ للخزرجی ص ۱۰۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ روایت صرف سالم بن ابی الجعد سے نہیں ہے بلکہ اس کا متابع مستدرک کے روایت میں موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۴) "ستکون بعدی خلفاء و من بعد الخلفاء امراء ومن بعد الامراء ملوک ومن بعد الملوک جبابرة ثم یخرج رجل من اهل بیتی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کماملئت جوراً ثم یؤمر بعده القحطان فوالذی بعثنی بالحق ماهو بدونه." (منتخب کنز العمال ص ۳۰ ج ۶)

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے پھر ان کے بعد امیر ہوں گے پھر ان کے بعد بادشاہ ہوں گے پھر ان کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے پھر میرے اہل میں سے ایک آدمی نکلے گا وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا، جیسے وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی، ان کے بعد قحطانی امیر ہوں گے وہ عدل میں ان سے کم نہیں ہوں گے۔

اس روایت میں بھی **رجل من اهل بیتی** سے مراد مہدی ہیں مصنف کا اس کو مہدی کے باب میں نقل کرنا اس کی دلیل ہے۔ نیز یہ روایت قابل اعتبار ہے کیونکہ اس روایت کو طبرانی کبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے اور مصنف کے حوالے سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں چونکہ طبرانی وغیرہ کی روایت اگر ضعیف ہوتی ہو تو وہ اس پر تنبیہ کرتے ہیں لیکن اس روایت کے بعد کوئی تنبیہ نہیں کی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت ان

کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔

(۴۵) "اللھم انصر العباس وولد العباس ثلاثاً یا عم اما علمت ان المھدی من ولدک موفقاً رضیاً مرضیاً." (منتخب کنز العمال ص۳۱ ج۶)

نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس ؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ: اے چچا! کیا آپ نہیں جانتے کہ مہدی آپ کے اولاد میں سے ہوگا۔

اس روایت کے متعلق صاحب منتخب نے آخر میں لکھا ہے کہ "رجال سندہ ثقات" (ص۳۱ ج۶) یعنی اس حدیث کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا کہ مہدی عباس ؓ کی اولاد سے ہوں گے تو ممکن ہے کہ ماں کی طرف سے حضرت فاطمہ ؓ کی اولاد سے ہوں اور باپ کی طرف سے حضرت عباس ؓ کی اولاد میں سے ہوں گے یا بالعکس۔

(۴۶) "یبایع رجل بین الرکن والمقام ولن یستحل ھذاالبیت الا اھلہ فاذا استحلوہ فلا تسال عن ھلکۃ احد تجیئ الحبشۃ فیخربونہ خرابالا یعمر بعدہ ابدا وھم الذین یستخرجون کنزہ." (منتخب کنز العمال ص۳۲ ج۶)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کی بیعت رکن اور مقام کے درمیان کی جائے گی اور بیت اللہ کو لڑائی کے لئے حلال نہیں کریں گے مگر اس کے بعد پھر سب کی ہلاکت ہوگی حبش آئیں گے اور بیت اللہ کو ویران کریں گے اس کے بعد کبھی اس کی تعمیر نہیں ہوگی اور یہی لوگ بیت اللہ کا خزانہ نکالیں گے۔

اس روایت میں رجل سے مراد مہدی ہے کیوں کہ صاحب کتاب نے اس

حدیث کی تخریج مہدی کے باب میں کی ہے۔ نیز یہ کہ یہ حدیث بھی منصف کی تصریح کے مطابق صحیح ہے۔ اس حدیث کو صاحب منتخب نے مسند احمد، مستدرک حاکم اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور مصنف کا یہ قانون ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ مستدرک حاکم کی طرف کسی حدیث کی نسبت اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے اگر کوئی ضعف ہو تو مصنف اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ نیز مسند احمد کے بارے میں بھی مصنف نے یہ قانون بیان کیا ہے کہ اس کی احادیث صحیح اور حسن کے درجے کی ہوتی ہیں، اور اگر کوئی حدیث ضعیف بھی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک قبول ہوتی ہے۔

(ملاحظہ ہو منتخب کنز العمال ص ۹،۸ ج۱)

مسند احمد کے بارے میں اس قانون کو حافظ ابن حجر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔

مسند احمد کی وہ احادیث جن پر امام ابن الجوزیؒ نے وضع کا حکم لگایا تھا اس کو حافظ نے تسلیم نہیں کیا بلکہ القول المسدد کے نام سے اس پر مستقل کتاب لکھی اور ثابت کیا ہے کہ وہ احادیث بھی موضوع نہیں ہیں۔

(۴۷) "عن علی قال لا یخرج المھدی حتی یبصق بعضکم فی وجہ بعض." (منتخب کنز العمال ص۳۲ ج۶) حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ مہدی کا خروج اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ تم ایک دوسرے کے منہ پر نہ تھوکو۔

(یعنی لوگوں کی حالت ایسی ہوگی کہ تہذیب انسانیت ان میں نہیں ہوگی اور ہر طرف فتنہ وفساد ہوگا تب مہدی کا ظہور ہوگا۔)

یہ حدیث بھی قابل اعتبار ہے کیونکہ اس پر مصنف نے کوئی جرح نہیں کی ہے۔

(۴۸) "عن علی اذا خرج خیل السفیانی فی الکوفة بعث فی طلب اهل خراسان ویخرج اهل خراسان فی طلب المهدی فیلتقی هو والهاشمی برایات سود علی مقدمته شعیب بن صالح فیلتقی هو والسفیانی بباب اصطخرفتکون بینهم ملحمة عظیمة فتظهر الرایات السود وتهرب خیل السفیانی فعند ذالک یتمنی الناس المهدی و یطلبونه." (منتخب کنزالعمال ص ۳۴ ج ۶ علی حاشیہ مسند احمد ج ۶)

حضرت علی ﷺ کی روایت ہے جب سفیانی کا لشکر نکل کر کوفہ آئے گا تو اہل خراسان کے طلب میں لشکر بھیجے گا اور اہل خراسان مہدی کی طرف جائیں گے تو کالے جھنڈوں کے ساتھ ملیں گے تو وہاں پر ہاشمی اور سفیانی لشکروں میں لڑائی ہوگی ہاشمی کا لشکر غالب آجائیگا اور سفیانی کا لشکر بھاگ جائیگا اس وقت لوگ مہدی کی تمنا کریں گے اور ان کو تلاش کریں گے۔

یہ اور اس سے ماقبل والی روایت دونوں اگرچہ موقوف لیکن ایک تو یہ کہ یہ روایتیں مرفوع بھی مروی ہیں نیز یہ کہ مسائل غیر مدرک بالقیاس میں قول صحابی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ نیز اس روایت پر مصنف نے بھی کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ تو ان کے قاعدے کے مطابق یہ روایتیں صحیح ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۹) "عن علی قال المهدی فتی من قریش آدم ضرب من الرجال." (منتخب کنزالعمال ص ۳۴ ج ۶ علی حاشیہ مسند احمد) یعنی حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ مہدی قریش کے نوجوان ہوں گے اور چھریرے بدن کے آدمی ہوں گے۔

(۵۰) "عن علی قال المهدی رجل منا من ولد فاطمه." (منتخب کنزالعمال ص ۳۴ ج ۶) یعنی مہدی ہم میں سے ہوں گے حضرت فاطمہ ﷺ کی اولاد سے۔

(۵۱) "عن علی قال یبعث بجیش الی المدینة فیاخذون من قدروا علیه من آل محمد ﷺ ویقتل من بنی هاشم رجالا ونساء فعند ذالک یهرب المهدی والمبیض من المدینة الیٰ مکة الخ." (منتخب کنزالعمال ص ۳۴ ج ۶ علی حاشیہ مسند احمد ج ۶) حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا وہ آل بیت کو قتل کریں گے مہدی اور مبیض مکہ بھاگ جائیں گے۔

اس حدیث کو بھی مصنف نے بلا کسی جرح کے نقل کیا ہے جو ان کے نزدیک صحت کی دلیل ہے۔

یہ پچاس حدیثیں ہیں جو صراحۃً ظہور مہدی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ بے اصل و بے بنیاد نہیں، جیسے کہ اختر کاشمیری صاحب کا دعویٰ ہے۔

ظہور مہدی کے متعلق کچھ احادیث اور بھی ہیں جو مستدرک کی جلد رابع میں اور منتخب کنزالعمال میں ص ۲۹ ج ۶ سے ص ۳۶ ج ۶ تک مروی ہیں۔

نیز امام ترمذی، عبدالرزاق، ابن ماجہ، ابوعبداللہ حاکم اور دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں میں اس کے لئے ابواب قائم کئے ہیں، جو صراحۃً اس کی دلیل ہے کہ یہ عقیدہ ان بزرگوں کے نزدیک بے اصل و بے بنیاد نہیں، ورنہ جلیل القدر محدثین اپنی کتابوں میں اس کے لئے ابواب قائم نہ کرتے۔

الباب الثالث

عقیدۂ ظہورِ مہدی محدثین کی نظر میں

اس سے پہلے ہم وہ احادیث محدثینؒ کی کتابوں سے نقل کر چکے ہیں جن میں ظہور مہدی کا ذکر تھا۔ متعدد محدثین نے اس کے لئے اپنی کتابوں میں ابواب قائم کئے ہیں جس سے ان کا عقیدۂ ظہور مہدی بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے۔

علم حدیث سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ محدثین اپنی کتابوں میں جو ابواب قائم کرتے ہیں وہ ان کی نظر میں احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ باب میں نقلِ حدیث کے بعد وہ اس پر سکوت کرتے ہیں، اس قاعدہ کے مطابق اب یہ بات بلاخوف و خطر کہی جا سکتی ہے کہ جن محدثین نے ظہور مہدی کی احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور ان احادیث پر ابواب بھی قائم کئے ہیں تو یہ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوں گے۔

اب اس کے بعد ہم ان محدثین کی نشاندہی کرتے ہیں جنہوں نے ظہور مہدی کی احادیث کو نقل کر کے ابواب قائم کئے ہیں:

(۱) امام ترمذیؒ [1]

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی المتوفی ۲۷۹ھ۔

امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب "سنن ترمذی" میں ابواب الفتن میں "باب ماجاء فی المھدی" کا باب قائم کیا ہے۔ (ص ۵۶ ج ۲ و فی بعض المطابع ص ۴۶ ج ۲) اور اس کے تحت وہ احادیث مسلسل سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں جن کو ہم نقل کر چکے ہیں اور ان کی اسنادی حیثیت بھی واضح کی جا چکی ہے، اس سے ان کے عقیدے کا اظہار ہوتا ہے، اس لئے کہ خود امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں واضح کیا ہے:

"جمیع ما فی ھذا الکتاب من الحدیث ھو معمول بہ وبہ اخذ بعض اھل العلم ماخلا حدیثین، حدیث بن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظھر والعصر بالمدینۃ والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا

---

[1] امام ترمذی کے متعلق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: "ترمذی را در حفظ بی مثل دانند و او را خلیفہ بخاری گفتہ اند و تورع و زہد و خوف بحدی داشت کہ فوق آن متصور نیست، بخوف الہی بسیار گریہ وزاری کردہ نابینا شد۔" (بستان المحدثین ص ۲۹۰) اور ان کی کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ: "و این جامع بہترین آن کتب است بلکہ بہ بعضے وجوہ و حیثیات از جمیع کتب حدیث خوب تر واقع شدہ الخ" (ص ۲۹۰) اور خود شاہ صاحب امام ترمذی کا قول نقل کیا ہے کہ: "ترمذی گفتہ است کہ من ہرگاہ از تصنیف این جامع فارغ شدہ آن را علماء حجاز شریف نمودم، ایشان ہمہ پسند فرمودہ بعد از اں پیش علماء عراق بردم ایشان نیز متفق الکلمہ آن را مدح کردند بعد از اں بر علماء خراسان عرض کردم ایشان نیز رضامند شدند، بعد از اں ترویج و تشہیر نمودم و نیز گفتہ در خانہ ہر کہ این کتاب باشد پس گویا در خانہ او پیغمبر است کہ تکلم می کند۔" (بستان المحدثین ص ۲۹۲)

اسی طرح اس کتاب کے بارے میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب "الحطۃ فی ذکر صحاح ستہ" میں ص ۲۳۹ سے ۲۴۲ تک علماء کے اقوال نقل کئے ہیں اور پوری وضاحت سے اس کتاب کا مرتبہ واضح کیا ہے۔

سفر ولا مطرو حدیث النبی ﷺ انہ قال اذا شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ وقد بینا علۃ الحدیثین جمیعاً فی الکتاب۔"

(سنن ترمذی کتاب العلل ص ۷۵۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی سب احادیث امت میں کسی نہ کسی امام کے ہاں معمول بہا ہیں اور سوائے ان دونوں حدیثوں کے کوئی بھی حدیث پوری امت کے نزدیک متروک نہیں۔

اگرچہ ان دونوں حدیثوں کے متعلق بھی بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی معمول بہا[1] ہیں لیکن بہرحال اتنا تو معلوم ہوا کہ باقی احادیث چاہے اعمال کے ساتھ ان کا تعلق ہو یا عقائد کے ساتھ وہ معمول بہا ہیں۔

(۲) امام ابوداؤدؒ

سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ۔

---

[1] حضرت الامام الحافظ الحجہ شاہ انور شاہ کشمیری سے منقول ہے کہ:

"واعلم ان الحدیثین معمولان بہما عندنا علی ماحررت سابقا فان المذکور فی الحدیث ہو الجمع الفعلی وذالک جائز عندنا بلاعذر واما قتل شارب الخمر فی المرۃ الرابعۃ فجائز عندنا تعزیرا!۔" (العرف الشذی ص ۲۸۶ کتاب العلل)

"وقال محدث العصر الشیخ البوری (بعد نقل اقوال المحدثین) قال شیخنا وکل ہذا تکلف والصحیح الذی یعتمد ان یقال کان ہو الجمع فعلا لا وقتا واعترف بہ الحافظ ابن حجر فی الفتح " (ص ۱۹ ج ۲) "فقال واستحسنہ القرطبی ورجحہ قبلہ امام الحرمین و جزم بہ من القدماء ابن الماجشون والطحاوی۔الخ" (معارف السنن ص ۱۶۳ ج ۲)

امام ابوداؤدؒ نے بھی اپنی کتاب "سنن ابوداؤد" میں کتاب الفتن میں احادیث مہدی پر باب قائم کیا ہے۔ (ص ۲۳۲ ج ۲ تا ص ۲۳۳ ج ۲) اور ظہور مہدی کی احادیث اپنی مسلسل سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں اور بعض احادیث پر سکوت کیا ہے جو ان کے نزدیک کم از کم حسن کے درجہ کی ہیں[1]

(اس بحث کو ہم پہلے باحوالہ لکھ چکے ہیں) اس سے ان کا اعتقاد واضح ہوتا ہے کہ یہ بھی امام مہدی کے ظہور کے قائل تھے اس لئے ظہور مہدی کی احادیث کو اپنی کتاب میں لائے۔

(۳) امام ابن ماجہؒ

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی ربعی المتوفی ۲۷۳ھ۔ انہوں نے بھی اپنی کتاب میں فتن کے ابواب کے ضمن میں ظہور مہدی کی کچھ احادیث کو اپنی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "باب خروج المہدی ص ۲۹۹" ان احادیث سے بھی ان کے عقیدہ پر استدلال کیا جائے گا۔ کما مرّ

سنن ابن ماجہ میں اگرچہ کچھ احادیث موضوع بھی ہیں لیکن یہ احادیث ان احادیث میں شامل نہیں جن پر محدثین نے وضع کا قول کیا ہے۔

ابن ماجہ کی وہ سب احادیث جن کو کسی محدث نے موضوع کہا ہے علامہ

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سنن ابوداؤد کے متعلق لکھا ہے: چون از تصنیف این سنن فارغ شد پیش امام احمد بن حنبل بردو عرض نمود، امام دیدند و بسیار پسند کردند، و ابوداؤد در وقت تصنیف این سنن پنج لاکھ احادیث حاضر داشت از جملہ آنہا انتخاب نمودہ است کہ این سنن را مرتب ساخت چار ہزار و ہشت صد احادیث است و در وے التزام نمودہ است کہ حدیث صحیح باشد یا حسن۔ (بستان المحدثین ص ۲۸۵)

عبدالرشید نعمانی کی کتاب "ماتمس الیه الحاجه لمن یطالع سنن ابن ماجه" میں موجود ہیں ظہورِ مہدی کی احادیث ان میں شامل نہیں ہیں۔ ہاں "لا مهدی الا عیسی" کی حدیث پر ضرور کلام کیا ہے[1] جس سے ظہور مہدی کے منکرین استدلال کرتے ہیں۔

(۴) امام[2] عبدالرزاق بن ہمام بن نافعؒ

آپ نے اپنی کتاب "مصنف عبدالرزاق" میں ظہور مہدی کا باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت احادیث ظہور مہدی ذکر کی ہیں۔ (ص ۳۷۱ ج ۱۱ تا ۳۷۴ ج ۱۱)

---

[1] اس حدیث کے متعلق علامہ شوکانی نے اپنی کتاب "الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة" میں لکھا ہے "حدیث لا مهدی الا عیسی بن مریم قال الصغانی موضوع" (ص ۵۱۰) اسی طرح امام ابن قیم نے "المنار المنیف" میں اس حدیث کو موضوع لکھا ہے۔

[2] عبدالرزاق کو اگرچہ بعض محدثین نے شیعہ کہا ہے لیکن ان کی احادیث محدثین کے ہاں مقبول ہیں، کیونکہ متقدمین کے تشیع کو آج کل تشیع پر قیاس نہیں کرنا چاہئے، عبدالرزاق نے مصنف میں شیخین اور حضرت عثمان ﷜ کی فضیلت میں احادیث ذکر کی ہیں۔ اور علامہ ذہبی نے خود عبدالرزاق کا قول نقل کیا ہے کہ: "وقال احمد بن الازهر سمعت عبدالرزاق یقول افضّل الشیخین بتفضیل علی ایاهما علی نفسه ولولم یفضلهما لم افضلها کفی بی ازراء ان احب علیا ثم اخالف قوله." (میزان الاعتدال ص ۶۱۲ ج ۲) اور دوسرا قول یہ بھی منقول ہے کہ "والله ما انشرح صدری قط ان افضّل علیا علیٰ ابی بکر و عمر." (میزان ص ۶۱۲ ج ۲) اس طرح عبدالرزاق کی توثیق کے متعلق یحییٰ بن معین کا یہ قول بھی میزان الاعتدال میں منقول ہے "لو ارتد عبدالرزاق عن الاسلام ما ترکنا حدیثه" (ص ۶۱۲ ج ۲) اور احمد بن صالح نے امام احمد سے نقل کیا ہے جو کہ "قلت لاحمد بن حنبل اراءیت احسن حدیثا من عبدالرزاق قال لا" (ص ۶۱۲ ج ۲ میزان الاعتدال للذہبی) اور اسی قول پر علامہ ذہبی نے عبدالرزاق کا ترجمہ ختم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ذہبی کا رجحان بھی اس کی طرف ہے۔

اس کے علاوہ عبدالرزاق بخاری و مسلم وغیرہ کے راوی ہیں جو محدثین کے نزدیک مستقل وجہ تعدیل ہے اور حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں عبدالرزاق کے متعلق لکھا ہے کہ "ثقة حافظ مصنف (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) الامام الحافظ ابوعبداللہ الحاکم النیسابوریؒ

آپ نے بھی اپنی کتاب "مستدرک حاکم" میں ظہور مہدی کے متعلق بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ص ۵۰۲ و ص ۵۲۰ و ص ۵۵۳ و ص ۵۵۴ و ص ۵۵۷ و ص ۵۵۸ ج ۴) اس سے ان کے عقیدہ کا اظہار ہوتا ہے کہ حاکم بھی عقیدہ ظہور مہدی کے قائل تھے اس لئے انہوں نے ان احادیث کی تخریج اپنی کتاب میں کی ہے۔[1]

(بقیہ حاشیہ) شهیر عمی فی آخر عمره فتغیر و کان یتشیع من التاسعة. الخ" (ص ۲۱۲) یعنی ثقہ اور مقبول ہے۔ حافظ کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ مطلق تشیع وجہ جرح نہیں ہے۔ علم حدیث سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ صحاح میں کتنے ایسے راویوں کی روایات ہیں جن کے متعلق ہم اسماء رجال کی کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ وہ شیعہ ہیں لیکن صرف شیعہ ہونا وجہ ترک نہیں ہو سکتی ہے۔ کما بیناہ

اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ابن عدی کا قول نقل کیا ہے کہ "واما فی الصدق فارجو انه لا باس به." (ص ۳۱۳ ج ۶) اور عجلی کا قول ہے کہ "ثقة تشیع" (تہذیب التہذیب ص ۳۱۴ ج ۶)

ان دونوں قولوں سے وہی قاعدہ ثابت ہوتا ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے اس لئے کہ ابن عدی نے بھی ان کے تشیع کا ذکر کر کے صادق کہا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

[1] حاکم کے متعلق بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ شیعہ تھے لہٰذا ان کی روایتیں قابل اعتبار نہیں، لیکن یہ بات غلط ہے اس لئے کہ حاکم کے زمانہ سے لے کر اب تک محدثین ان کی احادیث کا اعتبار کرتے رہے ہیں۔ البتہ مستدرک حاکم کی احادیث سب کی سب ایک مرتبہ کی نہیں بلکہ ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں لہٰذا وہ احادیث قابل اعتبار ہوں گی جن کی تصحیح پر حاکم کے ساتھ ذہبی بھی تلخیص المستدرک میں متفق ہوں" کما قال الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی" ولہذا علماء حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از تلخیص ذہبی" (بستان المحدثین ص ۱۱۳)

دوسری بات یہ کہ مطلق تشیع کسی راوی کی رد حدیث کے لئے کافی نہیں جیسے کہ ابان بن تغلب کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ "الکوفی شیعی جلد ولکنه صدوق فلنا صدقهٗ علیه بدعته وقد وثقه احمد بن حنبل وابن معین وابو حاتم واورده ابن عدی وقال کان غالیا فی التشیع وقال السعدی زائغ مجاهر فللقائل ان یقول کیف ساغ توثیق مبتدع وحد الثقة العدالة والاتقان فکیف یکون عدلا من هو صاحب بدعة وجوابه ان البدعة علی ضربین فبدعة صغری کغلو التشیع او کالتشیع (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(٦) امام سیوطیؒ

آپ نے اپنی کتاب ''جمع الجوامع'' اور جامع صغیر وغیرہ میں ظہور مہدی کی احادیث کو ذکر کیا ہے بلکہ اس موضوع پر مستقل رسالہ بھی لکھا ہے جس میں مہدی کے متعلق سب احادیث کو جمع کیا ہے اور اس عقیدے کی اثبات پر زور دیا ہے۔ ملاحظہ ہو الحاوی جلد ثانی جو علامہ سیوطیؒ کے رسائل کا مجموعہ ہے۔

(٧) اور علامہ سیوطیؒ کی کتاب جمع الجوامع کی تبویب جب علامہ علاؤ الدین علی المتقی نے کی تو انہوں نے **المھدی علیہ السلام** کا مستقل باب قائم کیا اور اس کے تحت تقریباً تمیں روایتیں اس کے ثبوت میں پیش کیں۔ (ملاحظہ ہو کنز العمال ص ۵۸۲تا۵۹۹ ج ۱۴)

اسی طرح منتخب کنز العمال میں بھی المہدی کا عنوان قائم کیا اور اس کے تحت بھی متعدد احادیث ذکر کیں۔ (منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد از ص ۲۹ تا ص ۳۷ ج ٦)

(بقیہ حاشیہ) بلا غلو ولا تحرف فهذا كثير في التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق فلو رد حديث هولاء لذهب جملة من الآثار النبوية وهذه مفسدة بينة. الخ" (میزان الاعتدال ص ۵ ج ۱) اس عبارت سے واضح ہوا کہ مطلق تشیع رد روایت کے لئے کافی نہیں ہے جیسے کہ بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ جہاں کسی راوی کے ترجمہ میں دیکھا کہ یہ شیعہ ہے تو اس کی روایت کو رد کر دیتے ہیں، یہ نری جہالت ہے اور یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے کہ جو محدثین کی آراء اور علم حدیث کے اصول سے واقف نہیں اور نہ ان کے اس طریقے سے عقیدہ اہل سنت کی کوئی خدمت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جہل وضلال وعناد سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین

امام نووی نے تقریب میں لکھا ہے کہ "وقيل يحتج به ان لم يكن داعية الى بدعة ولا يحتج به ان كان داعية وهذا هو الاظهر الاعدل وقول الكثير بل الاكثر وضعف الاول باحتجاج صاحبي الصحيحين وغيرهما بكثير من المبتدعة غير الدعاة." (تقریب النواوی ص ۳۲۵ ج ۱)

اس عبارت کا بھی مطلب وہی ہے کہ اہل بدعت کی روایت مطلقاً رد نہیں کی جائے گی بلکہ کچھ شروط کے ساتھ قبول ہوگی۔

(٨) اسی طرح امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں خروج مہدی کے متعلق مختلف احادیث کو نقل کیا ہے۔ جس سے ان کے اعتقاد پر استدلال کیا جا سکتا ہے جیسے کہ مسند احمد کی حدیثیں پہلے باب میں ہم نقل کر چکے ہیں اور یہ کہ وہ حدیثیں کم از کم حسن کے درجہ کی ہیں کیونکہ سیوطی کا قول علامہ علی متقی کے حوالہ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ مسند احمد کی حدیثیں کم از کم حسن کے درجہ کی ضرور ہیں اور عام طور پر محدثین نے ابن جوزی کے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا ہے کہ مسند احمد میں موضوع حدیثیں بھی ہیں۔ ابن حجرؒ کا ''القول المسدد'' اس پر دال ہے۔

(٩) حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ

انہوں نے اپنی کتاب ''مجمع الزوائد'' ص ۳۱۴ ج ۷ پر ظہور مہدی کے متعلق حضرت ابو سعید خدری ﷺ کی روایت نقل کی ہے جس کو ہم مختلف کتابوں کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ اور روایت کے آخر میں فرمایا کہ امام احمدؒ نے مسند میں اور ابو یعلی نے اس روایت کو ایسی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے جن کے راوی ثقہ ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کے متعلق یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ساتھ یہ کہ مصنف کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ یہ ادنیٰ مسلمان سے بھی یہ بعید ہے (کجا علامہ ہیثمی) کہ کسی چیز کے متعلق حدیث منقول ہو جائے اور وہ اس کا انکار کرے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث مسند ابو یعلی میں بھی موجود ہے اور سند بھی صحیح ہے۔

یہ تو مختصر طور پر ان محدثین کے اسماء گرامی ہیں جنہوں نے مہدی کے نام کی صراحت کے ساتھ وہ روایات نقل کی ہیں، جن سے ظہور مہدی کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے،

اور بھی بیسیوں محدثین ہیں جنہوں نے اس قسم کی احادیث نقل کی ہیں، جن کے اسماء گرامی کنز العمال اور اس کی تلخیص کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہوجاتے ہیں، حوالہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

اب اس کے بعد ان محدثین کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جنہوں نے حدیث کی کتابوں کے شروحات میں امام مہدی کے ظہور کا ذکر کیا ہے۔

(۱۱) امام العصر حضرت انور شاہ کشمیریؒ سے عرف الشذی میں منقول ہے:

"ویبعث المهدی ﷺ لا صلاح المسلمین فبعد نزول عیسیٰ علیه السلام یرتحل المهدی من الدنیا الی العقبیٰ."

(عرف الشذی باب ماجاء فی المهدی ص ۳۶۴)

یعنی حضرت مہدی مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ظاہر کئے جائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد انتقال فرما جائیں گے۔

(۱۲) علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ان الفاظ پر کہ "امامکم منکم" پر بحث کرتے ہوئے حافظ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

"وقال ابوالحسن الخسعی الا بدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه." (فتح الملہم ۳۰۲ ج ۱)

یعنی ابوالحسن الخسعی نے مناقب شافعی میں ذکر کیا ہے کہ اس پر احادیث متواتر ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز

پڑھیں گے۔ اور اس کے بعد اس باب میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت کے ان الفاظ پر **"فیقول امیرهم تعال صل لنا. الخ"** کہ **" امیرهم هو امام المسلین المهدی الموعود المسعود."** (فتح الملہم ص ۳۰۳ ج ۱) یعنی حدیث کے الفاظ میں امیرھم سے مراد حضرت مہدی ہی ہیں۔ جو مسلمانوں کے امام ہوں گے جن کے آنے کا احادیث میں ذکر موجود ہے۔

(۱۳) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی مایہ ناز کتاب "ازالۃ الخفاء" کے شروع میں فرماتے ہیں:

"وہمچنین ما بیقین میدانیم کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نص فرمودہ است بآنکہ امام مہدی در آوان قیامت موعود خواہد شد و وی عند اللہ وعند رسولہ امام برحق است و پر خواہد کرد زمین را بہ عدل و انصاف چنانکہ پیش از وے پر شدہ باشد بجور و ظلم۔ پس باین کلمہ افادہ فرمودہ اند کہ استخلاف امام مہدی را واجب شد اتباع وی در آنچہ تعلق بخلیفہ دارد الخ۔" (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ص ۶ ج ۱)

یعنی اسی طرح ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ امام مہدی قرب قیامت میں موجود ہوں گے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خلیفہ برحق ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ پہلے ظلم وجور سے پھر چکی ہوگی۔

اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کی خلافت واجب ہوگی اور ان کی اتباع

بھی واجب ہوگی۔

حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارت اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کہ عقیدہ ظہور مہدی کے ساتھ ان کی اتباع بھی واجب ہوگی۔

(۱۴) مسلم کی شرح اکمال اکمال المعلم میں علامہ ابی مالکی التوفی ۸۲۷ھ "وامامکم منکم" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"قد فسره فی الآخر من رواية الجابر ينزل عيسىٰ فيقول اميرهم الحديث ، قلت: وقال ابن العربی وقيل يعنی بمنكم من قريش وقيل يعنی الامام المهدی الا فی آخر الزمان الذی صح فيه حديث الترمذی من طريق ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لاتذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتی يوافق اسمه اسمی واسم ابيه اسم ابی و من طريق ابی هريرة لو لم يبق من الدنيا الا يوم لطوله الله حتى يلی وفی ابی داؤد عن ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ المهدی مِنّی اجلی الجبهة اقنی الانف فالاجلی الذی انحسر شعر مقدم رأسه والاقنی احد يداب فی الانف وفيه ايضاً عن ام سلمه سمعت رسول الله ﷺ يقول المهدی من عترتی ولد فاطمه يعمل فی الناس بسنة نبيهم ويلقی الاسلام بجرانه الی الارض يلبث سبع سنين ثم يموت و يصلی عليه المسلمون (ابن العربی) وما قيل انه المهدی بن ابی جعفر المنصور لا يصح فانه وان وافق اسمه اسمه واسم ابيه اسم ابيه فليس من ولد فاطمه

وانما هو المهدی الآتی فی آخر الزمان."(ص۲۶۸ج۱)

اس پورے اقتباس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے اس جملے "امامکم منکم" کی شرح دوسری حدیث "فيقول اميرهم" میں موجود ہے۔ اور ابن عربی نے کہا ہے کہ "منکم" سے مراد یا تو قریش ہیں یا عام مسلمان لیکن امیر سے مراد مہدی ہیں جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ ان کے ظہور پر ترمذی کی عبداللہ بن مسعودؓ کی صحیح حدیث دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ اور ام سلمہؓ کی روایتیں بھی ان کی خروج پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱۵) مسلم کی دوسری شرح مکمل اکمال الاکمال میں علامہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی التوفی ۸۹۵ھ اس لفظ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "وقيل يعنی الامام المهدی الآتی فی آخر الزمان." (ص۲۶۸ج۱) یعنی مراد امامکم منکم اور فيقول اميرهم سے مہدی علیہ السلام ہیں جو آخری زمانے میں آئیں گے۔

فتح الملہم اور اکمال الاکمال اور مکمل اکمال الاکمال کی عبارتوں سے ایک تو یہ بات بھی واضح ہوئی کہ صحیحین کی احادیث میں بھی امام مہدی کا ذکر موجود ہے اگرچہ صراحۃً نہیں ہے لیکن ان الفاظ سے مراد ہی امام مہدی ہیں۔ تو اختر کاشمیری صاحب اور بعض دوسرے لوگوں کا وہ اعتراض ختم ہوا کہ صحیحین میں مہدی کا ذکر نہیں ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی ترمذی والی حدیث صحیح ہے جیسے کہ علامہ اُبی نے اکمال الاکمال میں لکھا ہے کہ "صح فيه حديث الترمذی من طريق ابن مسعود ص۲۲۸ج۱۔"

یعنی ظہور مہدی کے مسئلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ کی ترمذی والی حدیث صحیح ہے اور یہ قول انہوں نے ابن العربی سے نقل کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک وہ روایت صحیح ہے۔ تو اختر صاحب کا یہ اعتراض بھی ختم ہوا کہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح حدیث موجود ہو تو وہ ماننے کے لئے تیار ہیں جیسے کہ انہوں نے اپنے اردو ڈائجسٹ والے مضمون میں لکھا تھا کہ خدا کے نبی کے بعد کسی شخص پر ایمان بالغیب ممکن نہیں جب تک اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی معتبر ارشاد سامنے نہ آجائے۔ امید ہے کہ اب مہدی پر اختر صاحب کے لئے ایمان بالغیب ممکن ہو گیا ہوگا کیونکہ محدثین کی صراحت کے مطابق ابن مسعود ﷛ کی ترمذی والی روایت صحیح ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مہدی سے مراد مہدی بن جعفر نہیں بلکہ وہ موعود مہدی آخری زمانے میں قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔

(۱۶) اسی طرح ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں مہدی کے متعلق وارد احادیث کی شرح کی ہے اور پھر مہدی موعود عند اہل السنۃ والجماعۃ اور موعود عند الشیعۃ پر مفصل کلام کیا ہے اور اہل تشیع کی تردید کی ہے اور اس کے ساتھ ہندوستان کی فرقہ مہدویہ کی بھی تردید کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مرقاۃ از ص ۱۷۳ تا ۱۸۰ ج ۱۰)

(۱۷) حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بھی **التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح** میں اس مسئلے پر طویل کلام کیا ہے اور مختلف احادیث کی تطبیق کی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: "**وبالجملۃ ان احادیث ظہور المہدی قد**

بلغت فی الکثرۃ حد التواتر وقد تلقاھا الامۃ بالقبول فیجب اعتقادہ ولا یسوغ ردہ وانکارہ کما ذکرہ المتکلمون فی العقائد الازمۃ التی یجب اعتقادھا علی المسلم. الخ" (ص ۱۹۸ ج ۶)

خلاصہ یہ کہ ظہور مہدی کی احادیث تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور پوری امت ان احادیث کو قبول کر چکی ہے لہٰذا ظہور مہدی کا اعتقاد واجب ہے اور انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ متکلمین نے اس کو ان عقائد میں ذکر کیا ہے جن کا اعتقاد ہر مسلمان پر واجب اور ضروری ہے۔

حضرت مولانا کی اس عبارت سے کئی فوائد حاصل ہوئے، ایک تو یہ کہ ظہور مہدی کی احادیث حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں، دوسرا یہ کہ مہدی کے ظہور کا عقیدہ ان عقائد میں سے ہے جن کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اب اس کے بعد یہ کہنا کہ مہدی کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں بالکل غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک ظہور مہدی کی احادیث تواتر تک پہنچ گئی ہیں جہاں کلام کی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ احادیث متواترہ کی سند سے بحث نہیں کی جاتی ہے[1]

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ جو لوگ اس بناء پر انکار کرتے ہیں کہ مہدی کے متعلق احادیث صحیحین میں موجود نہیں یہ غلط ہے۔ عبارت یہ ہے:

---

[1] حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر میں متواتر کے بحث میں لکھا ہے کہ "والمتواتر لا یبحث عن رجالہ بل یجب العمل بہ من غیر بحث" (ص ۱۲) یعنی حدیث متواتر کی سند اور اس کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور یہی بات مولانا محمد حسین ہزاروی نے شرح نخبۃ الفکر کی فارسی شرح توضیح الفکر ص ۲۹ میں لکھی ہے جو مشہور اہلحدیث عالم علامہ سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد ہیں۔

"واعلم انه قد طعن بعض المورخین فی احادیث المهدی و قال انها احادیث ضعیفة ولذااعرض الشیخان البخاری ومسلم عن اخراجها. الخ (الیٰ ان قال) قلت وهذا غلط وشطط قطعاً وبتاتا فان احادیث المهدی قد اخرجها ائمة الحدیث فی دواوین السنة کالامام احمدؒ والترمذیؒ والبزارؒ و ابن ماجهؒ والحاکمؒ والطبرانیؒ وابی یعلی الموصلی ونعیم بن حماد شیخ البخاری و غیرهم عن جماعة من الصحابه .الخ" (ص۱۹۷ج۶ تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

یعنی بعض مورخین (ابن خلدون مراد ہے) نے ظہور مہدی کی احادیث کو مطعون کیا ہے کہ سب ضعیف احادیث ہیں، اس لئے بخاری ومسلم نے ان احادیث سے اعراض کیا ہے، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ ظہور مہدی کی احادیث کو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جیسے کہ امام احمد، امام ترمذی، بزار، ابن ماجہ، حکام، طبرانی، ابویعلی موصلی، نعیم بن حماد جو امام بخاری کے استاذ ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے محدثین نے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے ان احادیث کو نقل کیا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے ان صحابہ اور تابعین کے نام لکھے ہیں جن کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے جو درج ذیل ہیں:

''حضرت علیؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت انسؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ثوبانؓ، حضرت عبداللہ بن

الحارث بن جزء الزبیدیؓ، حضرت قرۃ المزنیؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوامامہؓ، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہؓ، حضرت علی ہلالیؓ، حضرت عوف بن مالکؓ، حضرت سعید بن میسبؒ، حضرت قتادہؒ، شہر بن حوشب۔''

(التعلیق الصبیح ص۱۹۷ج۶)

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ "باسانید مختلفة منها صحیح و منها حسن ومنها ضعیف." (ص۱۹۷ج۶) یعنی ظہور مہدی کی احادیث مختلف درجات کی ہیں بعض صحیح ہیں اور بعض حسن وضعیف ہیں۔

اور پھر ظہور مہدی کے متعلق کل احادیث کی تعداد بتائی ہے کہ:

"زاد الاحادیث المرفوعة فی المهدی علیٰ تسعین والآثار سوی ذالک." (ص۱۹۷ج۶) یعنی ظہور مہدی کی مرفوع احادیث نوے سے زیادہ ہیں اور آثار صحابہ وتابعین اس کے علاوہ ہیں۔

اور پھر سیوطی کے حوالے سے ابوالحسن محمد بن الحسین بن ابراہیم کا قول نقل کیا ہے کہ:

"قد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرت رواتها عن المصطفیٰ بمجیئ المهدی وانه من اهل بیته. الخ" (ص۱۹۷ تا ص۱۹۸ ج۶) یعنی ظہور مہدی کی احادیث تواتر کے طریقے پر نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔

محدثین کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کی احادیث صرف صحیح نہیں بلکہ متواتر ہیں اور اتنے لوگوں سے مروی ہیں جن کا جھوٹ پر جمع ہوجانا ممکن نہیں۔ اور پھر

یہ کہ تیس احادیث ایسی ہیں جن میں مہدی کے نام کی صراحت موجود ہے اور بعض میں اگر نام مذکور نہیں ہے تو یہ قاعدہ محدثین کے ہاں مشہور ہے کہ اگر ایک واقعہ کے متعلق مختلف احادیث وارد ہوں تو بعض مجمل ہوں اور بعض مفصل تو مجمل کو مفصل ہی کے اوپر حمل کیا جاتا ہے۔

اس لئے علامہ سفارینی نے فرمایا ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث کے تواتر کی وجہ سے اس عقیدے پر ایمان واجب ہے، جیسے کہ اگلے باب میں انشاء اللہ متکلمین کے اقوال کے ضمن میں ہم ان کا قول نقل کریں گے۔

(۱۸) علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی میں باب ماجاء فی المہدی میں لکھا ہے کہ:

"اعلم ان المشهور بين الكاة من اهل الاسلام على ممر الاعصار انه لابد فى آخر الزمان من ظهو ررجل من اهل البيت يؤيد الدين و يظهر العدل و يتبعه المسلمون ويستولى على الممالک الاسلاميه من اشراط الساعة الثابتة فى الصحيح على اثره وان عيسى عليه السلام ينزل من بعده فيقتل الدجال او ينزل من بعده فيساعده على قتله ويأتم بالمهدى فى صلاته. الخ" (ص۴۸۴ ج۶)

یعنی تمام اہل اسلام متقدمین ومتاخرین کے ہاں یہ مشہور ہے کہ آخری زمانے میں ایک آدمی کا ظہور ہوگا جو دین کی تائید کرے گا اور عدل ظاہر کرے گا اور تمام مسلمان اس کی تابعداری کریں گے اور تمام ممالک اسلامیہ پر اس کا غلبہ ہوگا، اس آدمی کو مہدی

کہا جاتا ہے اور خروج دجال اور دوسری قیامت کی نشانیاں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں وہ ان کے بعد ظہور پذیر ہوں گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کے ظہور کے بعد اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

علامہ مبارکپوری کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بعد کا ایجاد شدہ نہیں بلکہ پہلے سے اہل اسلام کا یہ عقیدہ چلا آرہا ہے جیسے کہ ان کے یہ الفاظ کہ "المشهور بين الكافة من اهل الاسلام على ممر الاعصار" صراحۃً اس پر دال ہے اور اس کے بعد علامہ مبارک پوری نے ظہور مہدی کی احادیث کے متعلق فرمایا ہے کہ

"وخرّج احاديث المهدى جماعة من الائمه منهم ابو داؤد والترمذى وابن ماجه والبزار والحاكم والطبرانى وابو يعلى الموصلى واسندوها الىٰ جماعة من الصحابه. الخ" (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص۴۸۴ ج۶)

یعنی ظہور مہدی کی احادیث کو ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، حاکم، طبرانی اور ابویعلی موصلی نے ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد علامہ مبارک پوری نے ان صحابہ کے اسماء گرامی ذکر کئے ہیں جن سے ظہور مہدی کی احادیث منقول ہیں جن کو ہم التعلیق الصبیح کے حوالہ سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور پھر ان احادیث کے بارے میں فرمایا کہ "واسناد احاديث هؤلاء بين صحيح وحسن ضعيف ص۴۸۴ ج۶." یعنی ان صحابہ سے جو احادیث منقول ہیں وہ کچھ صحیح ہیں اور کچھ حسن وضعیف۔

تو معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کی بعض احادیث ان کے نزدیک صحیح اور حسن بھی ہیں، اس لئے علامہ مبارک پوری نے ابن خلدون کی تردید کی ہے، جن کے اتباع میں اختر کاشمیری صاحب اور دوسرے کچھ لوگوں نے بھی مہدی کی احادیث کی تضعیف و تردید کی ہے۔

علامہ مبارکپوری فرماتے ہیں کہ "وقد بالغ الامام المورخ عبدالرحمن بن خلدون المغربی فی تاریخه فی تضعیف احادیث المهدی کلها فلم یصب بل اخطأ .الخ" (تحفۃ الاحوذی ص۴۸۴ ج۶) یعنی ابن خلدون نے احادیث ظہور مہدی کی خوب تضعیف کی ہے اور سب روایتوں کو ضعیف کہا ہے لیکن یہ ان کی غلطی اور خطا ہے۔

اور اس کے بعد پھر علامہ مبارک پوری نے اپنی تحقیق یہ ذکر کی ہے:

"قلت الاحادیث الواردة فی خروج المهدی کثیرة جدا ولکن اکثرهم ضعاف ولاشک فی ان حدیث عبدالله بن مسعود الذی رواه الترمذی فی هذا الباب لا ینحط عن درجة الحسن وله شواهد کثیرة من بین حسان و ضعاف فحدیث عبدالله بن مسعود هذا مع شواهده و توابعه صالح للاحتجاج بلا مریة فالقول بخروج المهدی و ظهوره هو القول الحق والصواب." (تحفۃ الاحوذی ص۴۸۵ ج۶)

میں کہتا ہوں کہ خروج مہدی کی احادیث بہت زیادہ ہیں لیکن اکثر ضعیف ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی یہی حدیث جو امام ترمذی نے باب

ماجاء فی المهدی میں نقل کی ہے یہ حسن ہے اور اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں جو حسن کے درجہ کے ہیں اور بعض ضعیف ہیں، لیکن عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث اپنے توابع وشواہد کے ساتھ دلیل کے لئے بلاشک کافی ہے۔

لہٰذا امام مہدی کی خروج کا قول کرنا ہی حق ہے۔

اس عبارت میں اگرچہ مہدی کی عام احادیث کو علامہ نے ضعیف کہا لیکن خود انہوں نے کچھ حدیثوں کو حسن تسلیم کیا ہے اور اس سے پہلے ان ہی کی عبارت میں گزار کہ کچھ کو صحیح تسلیم کر چکے اور ان کے علاوہ دورے محدثین نے تواتر کا قول کیا ہے اور خود علامہ مبارک پوری نے بھی مہدی کی بحث کے آخر میں علامہ شوکانی کا قول نقل کیا ہے کہ مہدی کی احادیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور پھر شوکانی کے اس قول پر سکوت اختیار کیا کوئی تردید نہیں کی جس سے معلوم ہوا کہ علامہ مبارکپوری کو بھی شوکانی کی اس تحقیق پر اعتماد ہے۔

(۱۹) امام شوکانی بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ظہور مہدی کی احادیث کو متواتر تسلیم کیا ہے اور اس پر انہوں نے مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں علامہ شوکانی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:

"وقال القاضی الشوکانی فی الفتح الربانی الذی امکن الوقوف علیه من الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر خمسون حدیثا وثمانیة وعشرون اثراً ثم سردها مع الکلام علیها ثم قال وجمیع ما سقناه بالغ حد التواتر کما لایخفی علی من له فضل اطلاع." (ص۴۸۵ ج۶)

یعنی شوکانی نے اپنی کتاب الفتح الربانی میں کہا ہے کہ مہدی کی وہ احادیث جن پر واقف ہونا ان کے لئے ممکن ہوا پچاس مرفوع احادیث اور اٹھائیس آثار ہیں پھر انہوں نے ان سب احادیث کے سند وغیرہ پر کلام کے ساتھ نقل کیا ہے اور پھر فرمایا کہ جتنی احادیث ہم نے نقل کی ہیں یہ تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں جیسے کہ علم حدیث پر اطلاع رکھنے والوں سے مخفی نہیں۔

شوکانی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ مہدی کی احادیث متواتر ہیں لہٰذا اس پر عقیدہ رکھنا واجب ہے۔

(۲۰) حافظ ابن حجرؒ نے بخاری کی شرح فتح الباری میں باب نزول عیسیٰ بن مریم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "وامامکم منکم" کی شرح میں ابوالحسن الخسعی الابدی سے نقل کی ہے کہ "تواترت الاخبار بان المهدی من هذا الامة وان عیسیٰ یصلی خلفه. الخ" (فتح الباری ص۳۵۸ ج۶)

یعنی احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ مہدی اس امت میں سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اور اس کے بعد پھر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ:

"وفی صلوٰة عیسیٰ خلف رجل من هذه الامة مع کونه فی اخر الزمان وقرب قیام الساعة دلالة لصحیح من الاقوال ان الارض لا تخلوا عن قائم الله بحجة." (فتح الباری ص۳۵۸-۳۵۹ ج۶)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو اس میں

اس بات کی دلیل ہے کہ زمین ایسے آدمی سے خالی نہیں ہوگی جو خدا کے دین کی خدمت دلیل سے کرے گا۔

حافظ ابن حجر کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بخاری و مسلم والی احادیث میں وامامکم منکم کے الفاظ سے مراد حضرت مہدی ہیں۔ جیسے کہ یہ بات پہلے مسلم کے شارحین کے حوالے سے گزر چکی ہے۔ اور یہی کچھ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی رائے صحیح نہیں جو کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں مہدی کا ذکر نہیں ہے۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ نیز فتح الباری میں ابن حجر نے ابوالحسن الخسعی کا جو قول نقل کیا ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں اور پھر اس پر حافظ نے سکوت کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک بھی ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں اگر وہ خود اس کے قائل نہ ہوتے تو پھر اس کی تردید کرتے جیسے کہ ان کا یہ طریقہ فتح الباری دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ جب وہ کسی کا قول نقل کرتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتا تو ضرور اس پر رد کرتے ہیں۔

(۲۱) قاضی ابوبکر ابن العربی نے عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی میں باب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے شروع میں وامامکم منکم کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے مختلف اقوال نقل کئے اور پھر ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت مہدی ہیں اور پھر بہت سی روایتیں ذکر کر کے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"وقيل يعني المهدي الذي روى ابو عيسىٰ وغيره عن زر بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي يواطئ اسمه اسمي .الخ" (عارضۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی ص۷۸ ج۹)

یعنی کہا گیا ہے کہ مراد وامامکم منکم سے مہدی ہیں جن کے متعلق امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث نقل کی ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ عرب کا بادشاہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نہ بنے جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔

اس کے بعد قاضی ابوبکرؒ نے اس قول کی تائید کے لئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی ہے اور پھر دونوں حدیثوں کے بارے میں لکھا ہے کہ "حسنان صحیحان" (ص۷۶ ج۹) کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور اس کے بعد ام سلمہؓ اور دوسرے صحابہ کی روایتیں بھی نقل کی ہیں اور اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ وامامکم منکم سے مراد حضرت مہدی ہی ہیں۔

پھر اس باب کے آخر میں فوائد کے تحت فائدہ ثانی میں لکھا ہے کہ "ويؤمكم منكم قد روى انه يصلي وراء امام المسلمين خضوعاً لدين محمد او شريعة." (ص۸۷ ج۹) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے دین اسلام کیلئے خضوع اختیار کرتے ہوئے یعنی دین اسلام کی تائید کے لئے وہ پہلے مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اس سے بھی مراد مہدی ہی ہیں۔ اس لئے کہ سب مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے امام حضرت مہدی ہی

ہوں گے۔

(۲۲) حافظ منذری نے بھی ابوداؤد کی تلخیص میں ظہور مہدی کی کئی احادیث کے متعلق صحت کا حکم لگایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ظہور مہدی کی حدیثیں صحیح ہیں۔ (ملاحظہ ہو شرح معالم السنن للخطابی ص۱۵۶ تا ۱۶۲ ج۶)

(۲۳) جیسے کہ باب کے شروع میں ہم حضرت شاہ انور شاہ کشمیری کا قول نقل کر چکے ہیں، اب حضرت کی تقریر بخاری المسمّٰی بفیض الباری کے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔ "قوله كيف انتم اذا انزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم" بخاری کی اس حدیث کی شرح میں حضرت لکھتے ہیں "المتبادر منه الامام المهدي" (فیض الباری ص۴۴ ج۴) یعنی وامامکم منکم سے ظاہر مراد حضرت مہدی ہی ہیں۔

اور پھر مختلف احادیث کے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والراجح عندي لفظ البخاري اي وامامكم منكم بالجملة الاسميه والمراد منه الامام المهدي لما عند ابن ماجة ص۳۰۸ باسناد قوي يا رسول الله فاين العرب يومئذ قال هم يومئذ قليل ببيت المقدس وامامهم رجل صالح فبينما امامهم قد تقدم يصلي بهم الصبح اذ نزل عليهم عيسىٰ بن مريم (الىٰ ان قال) فهذا صريح في ان مصداق الامام في الاحاديث هو الامام المهدي دون عيسىٰ عليه الصلوٰة والسلام فلايبالي فيه باختلاف الرواية بعد صراحة الحديث." (فیض الباری ص۴۶، ۴۷ ج۴)

یعنی راجح میرے نزدیک بخاری کے الفاظ وامامکم منکم ہیں جملہ اسمیہ کے ساتھ اور

اس سے مراد امام مہدی ہیں۔ اس لئے کہ ابن ماجہ میں ص ۳۰۸ پر صحیح حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس دن عرب کہاں ہوں گے تو فرمایا وہ تھوڑے سے بیت المقدس کے پاس ہوں گے اور ان کا امام ایک نیک آدمی یعنی مہدی ہوں گے۔ پس اس اثنا میں ان کا امام صبح کی نماز کیلئے آگے ہو چکا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صبح کے وقت اتریں گے تو وہ امام واپس ہوگا۔ اب اس حدیث میں صراحت ہوگئی کہ امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرا ہوگا اور وہ امام مہدی ہوں گے نہ کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اب اس حدیث کی صراحت کے بعد راویوں کے اختلاف الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں۔

اس کے بعد پھر فرماتے ہیں کہ "**فالامام فی اول صلوٰۃ بعد نزول المسیح علیہ السلام یکون ھو المھدی علیہ السلام لانھا کانت اقیمت لہ ثم بعدھا یصلی بھم المسیح علیہ السلام۔**" (فیض الباری ص ۴۷ ج ۴)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کے بعد پہلی نماز میں تو امام حضرت مہدی ہوں گے کیونکہ اُن ہی کی امامت میں وہ نماز شروع ہونے والی تھی لیکن اس کے بعد پھر دوسری نمازوں میں امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

حضرت شاہ صاحب کے ان اقوال سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ایک یہ کہ وامامکم منکم والی حدیث میں لوگوں نے جو دوسرے الفاظ اور کچھ تاویلیں نقل کی ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں صحیح الفاظ یہی ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس جملے سے مراد حتماً حضرت مہدی ہی ہے اور ابن ماجہ کی حدیث جس کی سند قوی ہے اس پر صراحتاً دلالت کرتی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ کہ پہلی نماز کی امامت تو امام مہدی کریں گے اور دوسری نمازوں کی امامت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ اس سے وہ اعتراض جو ابن خلدون اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور اختر کاشمیری صاحب وغیرھم کو تھا (کہ مہدی کا ذکر بخاری و مسلم وغیرہ میں نہیں ہے جیسے کہ مولانا مودودی صاحب نے "رسائل و مسائل" میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس مسئلے کی دین میں اتنی بڑی اہمیت ہو اسے محض اخبار آحاد پر چھوڑا جا سکتا تھا اور اخبار آحاد بھی اس درجہ کی کہ امام مالک اور امام بخاری اور مسلم جیسے محدثین نے اپنے حدیث کے مجموعوں میں سرے سے ان کا لینا ہی پسند نہ کیا ہو حصہ اول ص ۵۸) وہ اعتراض ختم ہو گیا۔

کیونکہ محدثین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ بخاری و مسلم کی ان احادیث میں وامامکم منکم سے مراد مہدی ہیں۔ منکرین کے دلائل پر تبصرہ چوتھے باب میں ہوگا انشاء اللہ۔

(۲۴) قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے الکوکب الدری میں نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ نے جب پیغمبر علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے بعد کیا واقعات پیش آئیں گے تو نبی کریم ﷺ نے جواب میں حضرت مہدی کا ذکر کیا، فرماتے ہیں:

"**فدفعہ النبی ﷺ باظھار ظھور المھدی اذ ذاک فیزکیھم ویعلمھم ویطھرھم عن دنس البدعات۔**" (الکوکب الدری ص ۵۷ ج ۲)

یعنی نبی کریم ﷺ نے ان کے سوال کے جواب میں حضرت مہدی کا ذکر کیا کہ

مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ لوگوں کو شرک و بدعت سے پاک کر دیں گے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کبھی بھی امت کو بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑیں گے بلکہ مختلف صورتوں میں ان کی ہدایت کا بندوبست ہوگا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی کے نزدیک بھی ظہور مہدی ضروری ہے اور وہ اس کے فوائد کے لئے ہوگا۔

(۲۵) اسی طرح سنن ابوداؤد کی شرح بذل المجہود میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری احادیث مہدی کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی مختلف نشانیوں کا ذکر کرتے ہیں اور بغیر کسی تردید کے پورے باب کی احادیث کی شرح کی ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث سب کی سب ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ (ملاحظہ ہو بذل المجہود ص ۱۹۰ تا ۲۰۰ ج ۱۷)

(۲۶) علامہ مناوی جامع صغیر کی شرح فیض القدیر میں فرماتے ہیں کہ " اخبار المهدی كثيرة شهيرة افردها غير واحد فی التاليف. الخ" (ص ۲۷۹ ج ۶) یعنی ظہور مہدی کی احادیث بہت ہیں اور مشہور ہیں لوگوں نے اس پر مستقل تالیفات لکھی ہیں۔

(۲۷) علامہ نور الحق بن شیخ عبد الحق دہلوی صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: ''صحیح یہ ہے کہ مراد و امامکم منکم سے حضرت مہدی۔'' (تیسر القاری ص ۳۳۶ ج ۳)

(۲۸) امام جلال الدین سیوطی نے ظہور مہدی پر مستقل رسالہ لکھا ہے ''العرف الوردی'' کے نام سے، ان کے مجموعہ رسائل ''الحاوی'' میں چھپ چکا ہے۔ اور اس میں انہوں نے بہت سی احادیث و آثار جمع کئے ہیں اور ظہور مہدی کی احادیث کیلئے انہوں نے تواتر معنوی کا دعویٰ کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی کا عقیدہ ان کے نزدیک

عقائد ضروریہ میں سے ہے۔

(۲۹) اسی طرح حافظ ذہبی نے مختصر منہاج السنۃ میں ظہور مہدی کی احادیث کا صحیح کہا ہے فرمایا کہ ''الاحاديث التی يحتج بها علی خراج المهدی صحاح رواها احمد وابوداؤد والترمذی منها حديث ابن مسعود و ام سلمة وابی سعيد وعلی.'' (ص ۵۳۳)

یعنی ظہور مہدی کے لئے جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے وہ صحیح ہیں۔ امام احمد، ترمذی، اور ابوداؤد وغیرہ نے نقل کیا ہے ان میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت علی ﷛ کی روایتیں ہیں۔

(۳۰) مشہور محدث حضرت مولانا بدعالم صاحب نے مسئلہ ظہور مہدی کے اوپر طویل کلام کیا ہے۔ ترجمان السنۃ میں فرماتے ہیں کہ یہاں جب آپ اس خاص تاریخ سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے احادیث پر نظر کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک بڑی اہمیت کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے حتیٰ کہ امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے ایک ایک باب علیحدہ قائم کیا۔

ان کے علاوہ وہ آئمہ حدیث جنہوں نے امام مہدی کے متعلق حدیثیں اپنی اپنی مؤلفات میں ذکر کی ہیں ان میں سے چند کے اسماء حسب ذیل ہیں:

''امام احمد، البزار، ابن ابی شيبه، الحاكم، الطبرانی، ابويعلی موصلی رحمهم الله رحمة واسعة وغيره. الخ'' (ترجمان السنۃ ص ۳۷۷ ج ۴)

یہاں تک ہم نے محدثین کے اقوال مختصر طور پر نقل کئے ہیں جن سے اس مسئلے کی کافی وضاحت ہوئی اور مختلف حوالوں کے ضمن میں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ ظہور مہدی کی احادیث کچھ محدثین کے نزدیک تو حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جیسے امام سیوطی، امام شوکانی اور تعلیق الصبیح وغیرہ کے حوالہ آپ پڑھ چکے ہیں [1]

اور کچھ محدثین نے اگرچہ تواتر کا قول تو نہیں کیا لیکن ان احادیث کو صحیح ضرور تسلیم کیا جس سے ان لوگوں کا مطالبہ پورا ہو گیا جو کہتے ہیں کہ اگر صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے تو ہم مان لیں گے۔ پوری احادیث کو مؤرخ ابن خلدون کے علاوہ کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا ہے۔ چوتھے باب میں انشاء اللہ تعالیٰ منکرین کے دلائل پر تبصرہ میں آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ لہٰذا اب یہ کہنا کہ سب احادیث ضعیف ہیں حق سے بہت دور اور بالکل بے جا بات ہے۔

☆☆☆

[1] ابن ماجہ کے حاشیہ "انجاح الحاجہ" میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے اس مسئلے پر مجمع البحار سے مفصل کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۳۰۰ ابن ماجہ) ظہور مہدی کی احادیث کو متواتر ماننے والوں میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ کی فارسی شرح "اشعۃ اللمعات" میں لکھتے ہیں کہ دریں باب احادیث بسیار وارد شدہ، قریب تواتر (اشعۃ اللمعات ص ۳۱۸ ج ۴) کہ خروج مہدی کے باب میں بہت سی احادیث وارد ہیں جو کہ تواتر کے قریب ہیں۔

الباب الثالث

عقیدۂ ظہورِ مہدی متکلمین کی نظر میں

(۱) امام ابن تیمیہ [1] المتوفی ۷۲۸ھ اپنی کتاب منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ میں لکھتے ہیں کہ:

"ان الاحادیث التی یحتج بها علی خروج المهدی احادیث صحیحه رواها ابو داؤد والترمذی واحمد وغیرهم من حدیث ابن مسعود وغیره کقوله صلی الله علیه وسلم فی الحدیث الذی رواه ابن مسعود لو لم یبق الا یوم لطوّل الله ذالک الیوم حتیٰ یخرج فیه رجل منی او من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی. الخ" (ص ۲۱۱ ج ۴)

[1] امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم کے بارے میں ملا علی قاری حنفی شمائل کی شرح جمع الوسائل میں لکھتے ہیں کہ "کانا من اکابر اهل السنة والجماعة ومن اولیاء هذه الامة" (ص ۳۰۸ ج ۱)، اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھتے ہیں "ومن طالع شرح منازل السائرین تبین له انهما کانا من اکابر اهل السنة والجماعة ومن اولیاء هذه الامة" (ص ۳۴۴ ج ۴)، اور یہی عبارت مولانا ادریس کاندھلوی کی تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے (ص ۳۸۸ ج ۴)، اور تعلیق الصبیح میں ملا علی قاری سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ "وانه بری مما رماه اعداءه الجهمیة من التشبیه والتعطیل علی عادتهم فی رمی اهل السنة ومسلکه فی حفظ حرمة نصوص الاسماء والصفات باجراء اخبارها علی ظواهرها موافق لاهل الحق من السلف وجمهور الخلف و کلامه بعینه مطابق لما قاله الامام الاعظم والمجتهد الاقدم فی الفقه الاکبر" (تعلیق الصبیح ص ۳۸۸ ج ۴) اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "وعلی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی وہ احادیث کہ جن سے ظہور مہدی کیلئے استدلال کیا جاتا ہے وہ صحیح ہیں جن کو امام ترمذی امام ابوداؤد امام احمد وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن مسعود ﷺ کی یہ روایت ہے، جس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو طویل کردیں گے، یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہو جائے جس کا نام میرے نام پر اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے کہ پہلے وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔

امام ابن تیمیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ظہور مہدی کی احادیث صحیح ہیں۔ آگے پھر انہوں نے شیعوں کی تردید کی ہے کہ اس سے وہ مہدی غائب

(بقیہ حاشیہ) هذا الاصل اعتقدنا فی شیخ الاسلام ابن تیمیه انا تحققنا من حاله انه عالم بکتاب الله و معانیه اللغویة والشرعیة وحافظ لسنة رسول الله ا و آثار السلف عارف بمعانیه اللغویة والشرعیة استاذ فی النحو واللغة محرر لمذهب الحنابلة وفروعه واصوله فائق فی الذکاء ذو لسان وبلاغة فی الذب عن عقیدة اهل السنة لم یوثر عنه فسق و لا بدعة (الیٰ ان قال) فمثل هذا الشیخ عزیز الوجود فی العلم ومن یطیق ان یلحق شاوه فی تحریره و تقریره والذین ضیقوا علیه ما بلغوا معشار ما اتاه الله تعالیٰ" (تاریخ دعوت وعزیمت ابی الحسن علی الندوی ص۱۷۹ تا ۱۸۰ ج ۲) اور علامہ ذہبی کے معجم شیوخ سے ابن عماد حنبلی نے شذرات الذہب میں ان کا یہ قول امام ابن تیمیہ کے بارے میں نقل کیا کہ "وهو اکبر من ان ینبه علی سیرته مثلی فلو حلفت بین الرکن والمقام لحلفت انی ما رایت بعینی مثله وانه ما رای مثل نفسه" (ص۸۲ ج ۶) اور اسی شذرات میں ابن سید الناس کا یہ قول بھی منقول ہے کہ "لم یر اوسع من نحلة ولا ارفع من درایته بر زفی کل فن علی ابناء جنسه و لم تر عین من رآه مثله ولا رات عینه مثل نفسه" (ص۸۲ ج ۶) اور ذہبی کا یہ قول بھی ان کی تاریخ کبیر کے حوالے سے شذرات الذہب میں منقول ہے کہ "یصدق علیه ان یقال کل حدیث لا یعرفه ابن تیمیه فلیس بحدیث" (ص۸۲ ج ۶) اور شیخ عماد الدین کا قول ہے کہ "فوالله ثم والله لم یر تحت ادیم السماء مثل شیخکم ابن تیمیه علما وعملا وحالا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مراد نہیں جس کا شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں۔

(۲) یہی عبارت امام ذہبی نے مختصر منہاج السنۃ میں لکھی ہے ملاحظہ ہو ص ۵۳۴ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبی کی بھی یہی رائے ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث صحیح ہیں۔

(۳) اسی طرح عقائد کی کتاب شرح عقیدۃ السفارینی میں ظہور مہدی کے مسئلے پر سب سے طویل کلام کیا گیا ہے اور ظہور مہدی کی سب احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو از ص ۷۶ تا ۸۲ ج ۲) اور اس کے بعد پھر لکھا ہے کہ:

"قد کثرت الروایات بخروج المهدی حتی بلغت حد التواتر المعنوی وشاع ذالک بین علماء السنة حتی عد من معتقد اتهم فالایمان بخروج المهدی واجب کما هو مقرر عند اهل العلم ومدوّن فی عقائد اهل السنة و الجماعة." (شرح عقیدہ سفارینی ص ۸۰ ج ۲)

(بقیہ حاشیہ) وخلقا واتباعا وکرما وحلما وقیما فی حق الله. الخ" (ص۸۳ ج ۶) اور امام تقی الدین بن دقیق العید کا قول ہے کہ کسی نے جب ان سے پوچھا کہ ابن تیمیہ کو کیسے پایا تو فرمایا "رأیت رجلا سائر العلوم بین عینیه یاخذ ما شاء منها و یترک ما شاء" (ص۸۳ ج ۶) اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے دُرر کامنہ میں امام ابن تیمیہ کا طویل ترجمہ لکھا ہے اور ان کے معاصرین کے ان اقوال کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو دُرر کامنہ از ص ۱۶۸ تا ۱۸۷ ج ۱) طبقات حنابلہ میں ابن رجب نے ابن دقیق العید کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جب ابن دقیق العید کی ملاقات ابن تیمیہ سے ہوئی تو فرمایا کہ "ما کنت اظن ان الله بقی یخلق مثلک" (۳۹۲ ج ۲) طبقات حنابلہ میں ابن رجب نے مختلف علماء کے اقوال ان کی توصیف میں نقل کیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو از ص ۳۸۷ تا ۴۰۸ ج ۲) اور ابن کثیر جو ان کے شاگرد اور ہم عصر بھی ہیں لکھتے ہیں کہ "فصار اماما فی التفسیر وما یتعلق به عارفا بالفقه فیقال انه کان اعرف بفقه المذاهب من اهلها الذین کانوا فی زمانه وغیرهم (الیٰ ان قال) واما الحدیث فکان حامل رایته حافظا له ممیزا بین صحیحه وسقیمه عارفا برجاله متطلعاً من ذالک. الخ" (البدایہ والنہایہ ص ۱۳۷ ج ۱۴)

یعنی خروج مہدی پر بہت سے احادیث دلالت کرتی ہیں، حتی کہ وہ روایتیں تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں لہٰذا خروج مہدی پر ایمان واجب ہے جیسے کہ اہل علم کے نزدیک ثابت ہے اور عقائد کی کتابوں میں لکھا گیا ہے۔

علامہ سفارینی کی اس عبارت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ایک یہ کہ ظہور مہدی پر روایات کی کثرت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ یہ روایات حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔

(۳) تیسری بات یہ کہ خروج مہدی پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ یہ عقیدہ علماء اہلسنت اور عام اہل سنت کے معتقدات میں شامل ہے۔

(۴) ملاعلی قاری حنفی اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ:

"واما ظهور المهدی فی اٰخر الزمان وانه یملأ الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً من عترته عليه السلام من ولد فاطمه وانه قد ورد به الاخبار سيد الاخيار ﷺ." (ص ۱۷۶)

یعنی امام مہدی آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جب وہ ظلم اور زیادتی سے بھر چکی ہوگی اور یہ کہ مہدی نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ حضرت فاطمہ کی اولاد سے اس پر نبی کریم ﷺ سے احادیث وارد ہو چکی ہیں۔

دوسری جگہ شیخ فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ:

"فترتيب القضيه ان المهدی يظهر اولا فی الحرمين الشريفين ثم ياتی

بيت المقدس .الخ" (ص ۱۳۶)

یعنی ترتیب واقعہ یہ ہوگی کہ اولاً حضرت مہدی کا ظہور ہوگا حرمین میں پھر بیت المقدس چلے جائیں گے وہاں پھر دجال کا ظہور ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

اور تیسری جگہ لکھتے ہیں:

"الا صح ان عيسى يصلى بالناس ويقتدى به المهدى ." (ص ۱۳۰)

یعنی صحیح یہ ہے کہ پہلی نماز کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام ہوں گے اور مہدی ان کی اقتداء کریں گے۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی حضرت ملاعلی قاری کے نزدیک ثابت اور مسلم ہے۔

(۵) شارح شرح عقائد علامہ عبدالعزیز ایک جگہ مہدی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"صح فی الحديث ان اسم والد المهدی عبدالله. نبراس." (ص ۵۲۵)

کہ مہدی کے بارے میں صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"تواترات الاحاديث فی خروج المهدی وافردها بعض العلماء بالتاليفات وملحضها انه من اهل البيت النبی ﷺ .الخ" (ص ۵۲۴) کہ خروج مہدی کے بارے میں احادیث متواتر آ چکی ہیں اس کے بعد پھر ان لوگوں کی تردید کی ہے جو محمد بن عبداللہ المنصور عباسی یا عمر بن عبدالعزیز یا محمد بن حنفیہ کو مہدی کہتے ہیں۔

فرمایا"وکله مخالف للحديث" ص۵۲۴ یعنی یہ سب باتیں احادیث کے خلاف ہیں۔

اور آخر میں فرمایا ہے کہ بہت سے اولیاء وصوفیا نے ظہور مہدی کے لئے مخصوص اوقات کا ذکر کیا ہے لیکن میرے نزدیک اس میں سکوت بہتر ہے کیونکہ دوسری علامات قیامت کی طرح اس کو بھی خدا نے مخفی رکھا ہے اور ظہور مہدی کے معین وقت کی اطلاع کسی کو نہیں دی گئی۔ (ملاحظہ ہو نبراس ص۵۲۴ تا ۵۲۵) علامہ عبدالعزیز کے ان ارشادات سے بھی کئی باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) یہ کہ ظہور مہدی حق اور ثابت ہے۔

(۲) جن لوگوں نے احادیث کو کسی اور شخص پر حمل کرنے کی کوشش کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

(۳) ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں۔

(۴) ان کے ظہور کے متعین وقت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسری علامات قیامت کی طرح مخفی رکھا ہے۔ اسی طرح نبراس میں ہے "وبالجملة فالتصديق بخروجه واجب." (ص۵۲۴) یعنی خروج مہدی کی تصدیق واجب ہے۔

(۵) عقائد کی مشہور نظم بدء الامالی کی شرح نخبۃ اللآلی میں علامہ محمد بن سلیمان حلبی نے لکھا ہے کہ: " واعلم انه يجب الايمان بنزول عيسىٰ عليه السلام وكذا بخروج المهدى." (ص۷۱) جان لو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اور امام مہدی کے خروج پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بعد پھر

اس کے ثبوت کے لئے متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے۔

(۶) مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اپنے رسالہ جواہر الایمان میں فرماتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دجال کا نکلنا، حضرت مسیح اور حضرت مہدی علیہما السلام کا تشریف لانا اور جن چیزوں کی خبر صحیح اور قابل استدلال احادیث سے ثابت ہوئی ہے ان کا واقع ہونا حق ہے۔ (ص۸)

(۷) حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اپنی کتاب عقائد الاسلام میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے امام مہدی کا ظہور آخر زمانہ میں حق اور صدق ہے اور اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے اس لئے کہ امام مہدی کا ظہور احادیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے، اگرچہ اس کی بعض تفصیلات اخبار آحاد سے ثابت ہوں عہد صحابہ وتابعین سے لے کر اس وقت تک امام مہدی کے ظہور کا مشرق ومغرب میں ہر طبقہ کے مسلمان علماء صلحاء عوام وخواص ہر قرن وعصر میں نقل کرتے ہیں۔ (ص۶۴ ج۱)

(۸) فیض القدیر میں علامہ مناوی نے بسطامی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت مہدی کا جب انتقال ہوگا تو عام مسلمان پھر ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ص۲۷۸ ج۶) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ظہور مہدی حق ہے اس لئے کہ موت تو بعد الظہور ہی ہوگی۔

(۹) سمہودی کا قول بھی فیض القدیر میں منقول ہے کہ:

"قال السمهودى ويتحصل مما ثبت فى الاخبار عنه انه من ولد فاطمه. الخ" (ص۲۷۹ ج۶) کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ میں سے

ہوں گے۔

متکلمین کے ان اقوال کی روشنی میں یہ بات بلاخوف وخطر کہی جاسکتی ہے کہ عقیدہ ظہورِ مہدی اہل سنت والجماعت کے ضروری عقائد میں سے ہے۔ جیسا کہ آپ بعض متکلمین کے اقوال پڑھ آئے کہ ظہورِ مہدی پر ایمان واجب ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆

الباب الرابع

منکرین ظہورِ مہدی کے دلائل پر تبصرہ

ظہورِ مہدی کے منکرین کا بنیادی ماخذ مقدمہ ابن خلدون کی وہ بحث ہے جو ابن خلدون نے اپنے مقدمہ[1] میں **الفصل الثانی والخمسون فی امر الفاطمی وما یذھب الیه الناس فی شانه وکشف الغطاء عن ذالک** کے عنوان سے کی ہے۔ اس لئے اس باب میں اولاً ہم ان کے دلائل پر تبصرہ کریں گے اس کے بعد ان اشکالات کا جائزہ لیا جائے گا جو اختر کاشمیری صاحب نے اپنے مضمون میں اٹھائے ہیں۔

ابن خلدون کا تعارف

لیکن اس بحث سے پہلے ہم قارئین کے سامنے ابن خلدون کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ تاریخ وفلسفہ تاریخ میں امام ہونے کے باوجود فن حدیث میں ان کا کیا مقام ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ فن حدیث کے ماہرین اور آئمہ کے اقوال اور آراء کے مقابلے میں ان کے قول کی کیا حیثیت ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۱ تا ۳۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت لبنان

نام ونسب

عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد بن الحسن بن محمد بن جابر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالرحیم[1] یہ ان کا پورا نام ونسب ہے۔ اصلاً تونس کے باشندے تھے، تونس کی طرف منسوب ہوکر تیونسی کہلاتے تھے، اسی طرح اسی علاقے کے ایک مقام اشبیلہ کی طرف منسوب ہوکر اشبیلی کہلاتے تھے[2]۔ ۷۳۲ھ میں بدھ کے دن رمضان کے اوائل میں ان کی پیدائش تونس میں ہوئی اور وہیں پر ان کا بچپن کا زمانہ گزرا۔ عبداللہ بن سعد بن نزال کے پاس قرآن پڑھا اور ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ عبدالمہیمن حضرمی اور محمد بن ابراہیم اربلی سے معقول کی تعلیم حاصل کی۔

علامہ سخاوی نے ضوء اللامع میں ان کے اساتذہ کی تفصیل لکھی ہے، علم حدیث کی تحصیل ابوعبداللہ محمد بن عبدالسلام اور ابوعبداللہ دادیاشی سے کی علامہ سخاوی نے خود انہی سے نقل کیا ہے کہ صحیح بخاری ابوالبرکات بلقینی سے سنی اور موطا امام مالک محمد بن عبدالسلام سے سنی اور صحیح مسلم علامہ دادیاشی کے پاس پڑھی اور علم قرأت کی تحصیل محمد بن سعد بن نزال انصاری سے کی علم ادب سے بھی گہرا تعلق تھا اور حبیب بن اوس کے اشعار اور دیوان متنبی کا کچھ حصہ یاد تھا۔ مختصر یہ کہ اکثر علوم کی تحصیل بقول ابن العماد حنبلی برع فی العلوم وتقدم فی الفنون ومہر فی الادب (شذرات الذہب ص۷۶ ج۷) یعنی علوم

[1] ملاحظہ ہو الضوء اللامع لاھل القرن التاسع للامام السخاوی ص۱۴۵ ج۴ و شذرات الذھب لابن العماد الحنبلی ص۷۶ ج۷۔

[2] ملاحظہ ہو الضوء اللامع ص۱۴۵ ج۴ و شذرات الذھب ص۷۶ ج۷۔

میں کامل، فنون میں مقدم اور ادب میں ماہر تھے۔ مالکی المذہب تھے اور قاہرہ میں مالکی مذہب کے قاضی بنائے گئے۔

ایک دفعہ قضاء سے معزول کئے گئے پھر دوبارہ قاضی بنائے گئے اسی طرح کبھی معزول کئے جاتے اور کبھی دوبارہ اس عہدہ پر مقرر کئے جاتے تھے، پھر ۸۰۸ھ میں بدھ کے دن رمضان کے مہینے میں انتقال ہوا۔ امور سیاست میں ماہر تھے اور حکومت کے مختلف عہدوں پر رہنے کی وجہ سے عملی تجربہ بھی حاصل تھا لیکن ان امور کے باوجود فقہ و حدیث میں وہ مقام حاصل نہ تھا جو اس وقت کے دوسرے آئمہ اور قضاۃ کو حاصل تھا اسی لئے علامہ سخاوی نے لکھا ہے:

"ویقال ان اھل المغرب لما بلغھم ولایتہ القضا تعجبوا ونسبوا المصریین الی قلۃ المعرفۃ بحیث قال ابن عرفۃ کنا نعد خطۃ القضاء اعظم المناصب فلما ولیھا ھذا عدنا ھا بضد من ذالک."

(الضوء اللامع ص۱۸۶ ج۴)

یعنی کہا جاتا ہے کہ اہل مغرب کو جب ان کی قضاء کے منصب پر فائز ہونے کی خبر ملی تو انہوں نے تعجب کیا اور اہل مصر کے متعلق کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مردم شناس نہیں ہیں اور ابن عرفۃ نے کہا کہ ہم قضاء کے منصب کو بہت عظیم وجلیل منصب سمجھتے تھے لیکن ان جیسے لوگ جب قاضی بنے تو اب قضاء کی وہ عظمت باقی نہیں رہی۔ اگرچہ کچھ وقت فقہ و حدیث کی تدریس بھی کی لیکن اکثر زندگی امراء کی مصاحبت اور حکومت کے مختلف عہدوں پر رہنے کی وجہ سے ان علوم کی طرف پوری توجہ نہیں تھی۔

علامہ سخاویؒ نے اپنے استاذ حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ ابن الخطیب نے ان کے (یعنی ابن خلدون) کے حالات میں ان کے بہت سے اوصاف لکھے ہیں لیکن سخاوی لکھتے ہیں کہ: "ومع ذالک فلم یصفه فیما قال شیخنا ایضا بعلم وانما ذکر له تصانیف فی الادب وشینا من نظمه." (الضوء اللامع ص۱۴۷ ج۴) یعنی بہت سی صفات کے ساتھ ان کا ذکر تو کیا ہے لیکن باوجود ان صفات کے جیسے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ علم صنعت کے ساتھ ان کو موصوف نہیں کیا، ادب میں ان کی کچھ تصانیف کا ذکر کیا ہے اور ان کے کچھ منظوم کلام کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد علامہ سخاوی نے حافظ ابن حجر کا یہ قول ان کے متعلق نقل کیا ہے کہ: "قال شیخنا ولم یکن بالماهر فیه .الخ" (ص۱۴۷ ج۴) کہ علم ادب میں بھی ماہر نہیں تھے۔

علامہ رکراکی سے کسی نے ابن خلدون کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

"عری عن العلوم الشرعیة له معرفة بالعلوم العقلیة من غیر تقدم تقدم فیها." (الضوء اللامع ص۱۴۷ ج۴) کہ علوم شرعیہ یعنی فقہ حدیث تفسیر وغیرہ سے عاری تھے اور علوم غفلیہ میں کچھ درک تھا لیکن اس میں بھی تقدم حاصل نہیں تھا۔

علامہ مقریزی نے ان کی تاریخ اور مقدمہ کی بہت تعریف کی اور بہت کچھ اوصاف بیان کئے۔ لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: "وما وصفها به فیما یتعلق بالبلاغة والتلاعب بالکلام علی الطریقة الجاحظیة مسلم فیه واما اطراءه به زیادة علی ذالک فلیس الامر کما قال الا فی بعض دون

بعض .الخ" (الضوء اللامع ص۱۴۷ ج۴) مقریزی نے جو تعریف کی ہے وہ بلاغت اور جاحظ کے طریقہ پر لفظی کھیل اور ہیر پھیر کے اعتبار سے تو مسلم ہے لیکن باقی امور میں تعریف کامل طریقے پر صحیح نہیں ہے سوائے چند امور کے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ہمارے استاد اور مشہور محدث حافظ ہیثمی ابن خلدون کی خوب مذمت کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں حضرت حسین ؓ کا ذکر جب کیا تو لکھا کہ "قتل بسیف جده" یعنی اپنے دادا کی تلوار سے قتل کئے گئے۔ سخاوی لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد حافظ ابن حجر نے جب ان کا یہ کلمہ نقل کیا تو ساتھ ہی ابن خلدون پر لعنت بھیجی اور بُرا کہا اور رو رہے تھے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کے یہ الفاظ اب موجودہ تاریخ میں موجود نہیں ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی مدنظر رہے کہ ابن خلدون ناصبی بھی تھے اور آل علی ؓ سے انحراف رکھتے تھے، علامہ سخاوی نے لکھا ہے کہ مقریزی اس لئے ابن خلدون کی تعریف کرتے تھے کہ مقریزی مصر کے فاطمین کے نسب کے حضرت علی ؓ سے متصل ہونے کے قائل تھے اور ابن خلدون بھی فاطمین کے نسب کو حضرت علی ؓ سے متصل ثابت کرتے تھے، حالانکہ ابن خلدون کا مقصد اس سے آل علی ؓ میں نقص ثابت کرنا تھا کیونکہ مصر کے فاطمین کے عقائد خراب تھے۔ بعض ان میں سے زندیق تھے اور بعض نے الوہیت کا بھی دعویٰ کیا تھا اور رافضی تو سب تھے تو ان کا نسب جب آل علی ؓ سے ثابت ہو جاتا ہے تو آل علی ؓ کا نقص ثابت ہوتا ہے۔ سخاویؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"رغفل عن مراد ابن خلدون فانه كان لانحرافه عن آل علی ؓ يثبت نسب الفاطميين اليهم لما اشتهر من سوء معتقد الفاطمين و كون بعضهم نسب الى الزندقة وادعى الالهية كالحاكم وبعضهم فی الغاية من التعصب لمذهب الرفض حتى قتل فی زمانهم جمع من اهل السنة (الیٰ ان قال) فاذا كانو بهذه المثابة وصح انهم من آل علی ؓ حقيقة التصق بآل علی ؓ العيب و كان ذالک من اسباب النفرة عنهم."
(الضوء اللامع ص ۱۴۷، ۱۴۸ ج ۴)

یعنی مقریزی تو اس لئے تعریف کر رہے ہیں کہ ابن خلدون فاطمیین کے نسب کو آل علی ؓ سے ثابت مانتے ہیں اور وہ ابن خلدون کے مقصد سے غافل ہیں کہ فاطمیین جب اپنی ان بداعتقادیوں کے ساتھ آل علی ؓ کی طرف منسوب ہوں گے تو آل علی ؓ میں عیب ثابت ہو جائے گا اس لئے فاطمیین میں کچھ تو زندیق تھے اور کچھ نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور کچھ انتہائی متعصب اور رافضی تھے کہ ان کے زمانے میں بہت سے اہل سنت قتل کئے گئے۔

علامہ سخاوی کی اس عبارت سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ابن خلدون آل علی ؓ کے انتہائی مخالف تھے تو ظہور مہدی کے انکار کی اصل وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے چونکہ مہدی آل علی ؓ میں سے ہوں گے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور ابن خلدون آل علی ؓ کے لئے کسی بڑائی اور منقبت کو ماننے کے لئے تیار نہیں اسی لئے ظہور مہدی کا انکار کیا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری کہ نہ مہدی آئیں گے اور نہ

آل علی ؓ کے لئے منقبت اور بڑائی ثابت ہوگی، حالانکہ آل علی ؓ کی فضیلت و منقبت مہدی کے آنے پر موقوف نہیں، ان امور کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ یہ بھی مدنظر رہے کہ ابن خلدون علم و عمل کے اس مقام پر فائز نہیں ہیں کہ ان کی بات پر کسی عقیدہ کی بنیاد رکھی جا سکے۔

علامہ سخاویؒ نے ابن خلدون کے متعلق علامہ عینی حنفی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "و كان يتهم بامور قبيحة." (الضوء اللامع ص ۱۴۸ ج ۴) کہ بہت سے قبیح امور کے ساتھ متہم تھے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ قضاۃ کے ہاں ان کی گواہی بھی قبول نہیں کی جاتی تھی۔ چنانچہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے ایک قاضی کے ہاں کسی مسئلے میں گواہی دی تو "فلم يقبله مع انه كان من المتعصبين له." (الضوء اللامع ص ۱۴۶ ج ۴) یعنی ان کی گواہی قبول نہیں کی حالانکہ وہ ان کے لئے تعصب کرنے والوں میں سے تھے یعنی ان کے طرفداروں میں سے تھے، ان کے ساتھ ان کی طبیعت میں فطری طور پر مخالفت کا جذبہ تھا اور ہر معاملہ میں اپنی شان انفرادی رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب قاضی بنائے گئے تو قضاۃ کا لباس نہیں پہنا بلکہ اپنے مغربی طرز کے لباس میں ملبوس رہے۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ "لحبه المخالفة فی كل شی." (الضوء اللامع ص ۱۴۶ ج ۴) یعنی یہ اس لئے کہ ہر چیز میں مخالفت پسند تھے ان کے ان حالات سے معلوم ہوا کہ علوم شرعیہ خاص کر علم حدیث میں ان کو یہ مقام حاصل نہیں تھا کہ ان کے کسی قول کو دلیل بنایا جائے۔ اس بحث سے ہمارا مقصد ابن خلدون کی شان کو گھٹانا نہیں بلکہ ان کا اصل مقام متعین کرنا ہے۔

تاریخ وفلسفہ تاریخ واجتماع میں ان کا کلام اچھا ہے لیکن اس میں بھی بقول حافظ ابن حجر وہ مقام حاصل نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں بدقسمتی سے فلسفہ اجتماع یا فلسفہ تاریخ کے خوش کون الفاظ دیکھ کر اور اہل یورپ کی تقلید میں ابن خلدون کو وہ مقام دیا جاتا ہے جس کا وہ مستحق نہیں ہے حالانکہ یہ حکم شرعی ہے کہ ہر آدمی کو اس کے مقام پر رکھ کر اس کے قول وفعل کا اعتبار اس کے مقام کے اعتبار سے کیا جاتا ہے" **کما فی المسلم عن عائشہؓ امرنا رسول اللہ ﷺ ان ننزل الناس منازلھم .**" (مسلم ص ۴ ج ۱)

اب ہم احادیث مہدی پر ابن خلدون کے کلام کا جائزہ لیں گے۔ ابن خلدون کے کلام کا خلاصہ بقول مولانا بدر عالم صاحب کے تین باتیں ہیں:

(۱) جرح وتعدیل میں جرح کو ترجیح ہے۔

(۲) امام مہدی کی کوئی حدیث صحیحین میں موجود نہیں۔

(۳) اس باب کی جو صحیح حدیثیں ہیں ان میں امام مہدی کی تصریح نہیں۔

(ترجمان السنہ ص ۳۸۲ ج ۴)

(۱) پہلی بات کا ایک جواب تو وہ ہے جو مولانا بدر عالم صاحب نے دیا ہے کہ فن حدیث کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں کیونکہ ہمیشہ اور ہر جرح کو ترجیح دینا یہ بالکل خلاف واقع ہے، چنانچہ خود محقق موصوف کو جب اس پر تنبیہ ہوئی کہ اس قاعدے کے تحت تو صحیحین کی حدیثیں بھی مجروح ہوئی جاتی ہیں تو اس کا جواب انہوں نے صرف یہ دے دیا کہ یہ حدیثیں چونکہ علماء کے درمیان مسلم

ہو چکی ہیں اس لئے وہ مجروح نہیں کہی جاسکتیں مگر سوال تو یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا تو پھر علماء کو وہ مسلم ہی کیوں ہوئیں۔ (ترجمان السنہ ص ۳۸۲، ۳۸۳ ج ۴)

نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ صحیحین کی حدیثیں چونکہ علماء کے نزدیک مسلم ہو چکی ہیں اس لئے اس قاعدے کا اطلاق صحیحین کی احادیث پر نہیں ہوگا جیسا کہ خود ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:

"ولا تقولن مثل ذالک ربما یتطرق الی رجال الصحیحین فان الاجماع قد اتصل فی الامۃ علیٰ تلقیھا بالقبول والعمل بما فیھما والاجماع اعظم حمایۃ واحسن دفعۃ ." (ابن خلدون ص ۳۱۲)

''یعنی یہ نہ کہا جائے کہ یہ قاعدہ بخاری ومسلم کے رجال کی طرف متوجہ ہوں اس لئے کہ بخاری ومسلم کی احادیث کی قبولیت پر امت کا اجماع ہے تو اگر اس قاعدہ کے تحت بخاری ومسلم کے رجال کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے تو امت نے ان کو قبول کیا ہے تو اسی طرح احادیث مہدی کو بھی امت نے قبول کیا ہے اور اور بقول محدثین کے احادیث مہدی تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں تو یہ قاعدہ احادیث مہدی پر بھی لاگو ہونا چاہئے۔''

نیز یہ قاعدہ کہ جرح بھی تعدیل پر مقدم ہے اس اطلاق کے ساتھ مسلم بھی نہیں ہے۔ جیسے کہ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں احمد بن صالح المصری کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ:

"قلت احمد بن صالح ثقۃ امام ولا التفات الی کلام من تکلم فیہ ولکنا ننبھک ھنا علیٰ قاعدۃ فی الجرح والتعدیل ضروریۃ نافعۃ لا تراھا فی

شیء من کتب الاصول فانک اذا سمعت ان الجرح مقدم علی التعدیل ورأیت الجرح والتعدیل وکنت غرابا لامور او قدما مقتصراً علی منقول الاصول حسبت ان العمل علیٰ جرحه فایاک ثم ایاک والحذر کل الحذر من هذا الحسبان بل الصواب عندنا ان من ثبتت امامته وعدالته وکثرمادحوه ومزکوه وندرجارحه وکانت هناک قرینة دالة علیٰ سبب جرحه من تعصب مذهبی اوغیره فانّا لا نلتفت الی الجرح فیه ونعمل فیه بالعدالة والا فلو فتحناهذاالباب اواخذنا تقدیم الجرح علیٰ اطلاقه لماسلم لنااحد من الائمّة اذ ما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون وهلک فیه هالکون. الخ." (ص۸۸ج۱)

یعنی جب آپ نے یہ بات کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر اور آپ کسی آدمی کے ترجمہ میں جرح وتعدیل دیکھیں اور دھوکے میں پڑنے والے اور اصول منقول پر اختصار کرنے والے ہو جائیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے لیکن اپنے آپ کو اس غلطی سے بچائیں اور ڈریں اس گمان سے بلکہ ہمارے نزدیک صحیح اور حق یہ ہے کہ جس راوی کی امامت اور عدالت ثابت ہو اور اس کی تعریف اور صفائی پیش کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے اور یعنی کم ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو دلالت کرتا ہو کہ جرح کا سبب کوئی مذہبی تعصب یا اور کوئی وجہ ہے تو ایسی صورت میں ہم جرح کی طرف التفات نہیں کریں گے اور عدالت پر عمل کریں گے ورنہ اگر ہم اس دروازے کو کھول لیں (کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر) یا مطلقاً جرح کو تعدیل پر مقدم

مان لیں تو پھر ہمارے ائمہ میں سے بھی کوئی بھی صحیح سالم نہیں بچے گا اس لئے کہ کوئی بھی امام ایسا نہیں کہ جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور ان کے بارے میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

اور دوسرے مقام پر علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

"ولکن نریٰ ان الضابطه ما نقوله من ان ثابت العدالة لا یلتفت فیه الیٰ قول من تشهد القرائن بانه متحامل علیه اما لتعصب مذهبی اور غیره."
(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ص ۱۸۸ ج ۱)

یعنی ہمارے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو تو پھر اسکے بارے میں کسی ایسے آدمی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جس نے جرح کسی مذہبی تعصب وغیرہ کی وجہ سے کی ہو۔

اور پھر حافظ ابن عبدالبر مالکی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

"الصحیح فی هذا الباب ان من ثبت عدالته وصحت فی العلم امامته وبالعلم عنایته لم یلتفت الی قول احد الخ." (ص۱۸۸ج۱)

یعنی جرح وتعدیل کے باب میں صحیح بات یہ ہے کہ جس کی عدالت، امامت اور علم کے ساتھ تعلق ثابت ہو چکا ہو تو پھر اس کے بارے میں کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اور پھر اس کے بعد حافظ ابن عبدالبر کی بعض باتوں پر گرفت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"قلت عرفناک اولا من ان الجارح لا یقبل منه الجرح وان فسره فی حق من غلبت طاعته علیٰ معاصیه وما دحوه علیٰ ذامیه ومز کوه علیٰ جارحیه اذا کانت هناک قرینة یشهد العقل بان مثلها حامل علی الوقیعة فی الذی جرحه من تعصب مذهبی اومنافسة دنیویة کما یکون من النظراء وغیر ذالک." (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص۱۹۰ ج۱)

یعنی پہلے ہم نے تم کو بتلا دیا کہ جس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب ہوں اور تعریف کرنے والے مذمت کرنے والوں سے اور صفائی پیش کرنے والے جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں تو ایسے آدمیوں کے بارے میں کسی قسم کی جرح مقبول نہیں ہوگی، اگرچہ وہ جرح مفسر کی ہو، خاص کر جب اس قسم کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ جرح کسی مذہبی اختلاف یا دینی دشمنی کی وجہ سے کی گئی ہو۔

اگر اس قاعدے کو مطلقاً قبول کیا جائے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے تو پھر امام مالکؒ کے بارے میں ابن ابی ذئب نے اور امام شافعیؒ کے بارے میں یحییٰ بن معین نے اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سفیان ثوری اور شعبیؒ وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے اس کو بھی قبول کر لینا چاہئے اور یہ ائمہ ساقط الاعتبار ہونے چاہئیں، حالانکہ کوئی بھی عاقل اس بات کو قبول نہیں کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اپنے اس اطلاق کے ساتھ کسی کے ہاں بھی مقبول نہیں ہے ورنہ اسی قاعدے کے تحت خود ابن خلدون کی ذات بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔

(۲) جہاں تک ان کی دوسری بات کا تعلق ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث صحیحین

میں موجود نہیں تو یہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے:

(۱) بخاری ص ۴۹۰ ج ا و مسلم ص ۸۷ ج ا میں نزول عیسیٰ کے باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وامامکم منکم اور مسلم کی حضرت جابر کی روایت میں "فیقول امیرهم" سے شارحین بخاری و مسلم کے حوالوں کے مطابق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مراد امام مہدی ہی ہیں۔ (ملاحظہ ہو اسی کتاب کا باب ثانی عقیدۂ ظہور مہدی محدثین کی نظر میں) لہٰذا یہ اعتراض بالکل لغو اور بے کار ہے۔ یاددہانی کے لئے میں فتح الملہم شرح صحیح مسلم کا حوالہ پھر نقل کرتا ہوں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی "فیقول امیرهم" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "هو امام المسلمين المهدی الموعود المسعود." (ص ۳۰۲ ج ۱) کہ مراد امیر سے امام مہدی ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مہدی کا ذکر بخاری و مسلم میں نہیں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ ہی باطل ہو جب کہ دوسری صحیح احادیث میں اس کا ذکر صراحۃً موجود ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے کہیں بھی نہیں فرمایا کہ ہم نے سب صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور کوئی صحیح حدیث ان دونوں کتابوں سے باہر نہیں رہی ہے۔ بلکہ خود ان حضرات کے اقوال موجود ہیں کہ ہم نے صرف صحیح حدیثیں نقل کی ہیں اور بہت سی صحیح احادیث ایسی باقی ہیں جن کو ہم نے نقل نہیں کیا ہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں کہ:

"رہا امام مہدی کی حدیثوں کا صحیحین میں ذکر نہ ہونا تو یہ اہل فن کے نزدیک کوئی جرح نہیں ہے خود ان ہی حضرات کا اقرار ہے کہ انہوں

نے جتنی صحیح احادیث جمع کی ہیں وہ سب کی سب اپنی کتابوں میں درج نہیں کی ہیں اس لئے بعد میں ہمیشہ محدثین نے مستدرکات لکھی ہیں۔" (ترجمان السنۃ ص ۳۸۳ ج ۴)

مولانا ادریس کاندھلوی تعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح میں لکھتے ہیں کہ:

"واعلم انہ قد طعن بعض المورخین فی احادیث المھدی و قال انھا احادیث ضعیفہ ولذا اعرض الشیخان البخاری و مسلم عن اخراجھا فمال ھذا المورخ الی انکار ظھور المھدی راساً (قلت) ھذا غلط وشطط." (ص ۱۹۷ ج ۶)

یعنی بعض مورخین (ابن خلدون) نے ظہور مہدی کی احادیث پر طعن کیا ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں اسی لئے بخاری و مسلم نے ان حدیثوں سے اعراض کیا ہے لیکن یہ وجہ بالکل غلط ہے۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

" واما تعلل ھذا لمؤرخ انکار ظھور المھدی بان الشیخین البخاری و مسلماً لم یخرجا احادیث المھدی فتعلل معلول لا یقبلہ الا ذو علۃ فان البخاری ومسلماً لم یستوعبا الاحادیث الصحیحہ والآلاف المؤلفۃ من الاحادیث الصحیحہ لم یخرجھا البخاری و مسلم وھی صحیحہ بلا شک و شبھۃ عند المہ الحدیث." (ص ۱۹۸ ج ۶)

یعنی اس مورخ کا ظہور مہدی کی احادیث کے لئے یہ علت بیان کرنا کہ بخاری

و مسلم نے ان احادیث کی تخریج نہیں کی ہے خود معلول اور کمزور ہے اس لئے کہ بخاری و مسلم نے صحیح احادیث کا استقصاء نہیں کیا ہے ہزاروں حدیثیں ایسی ہیں کہ جو محدثین کے نزدیک بلا شک وشبہ صحیح ہیں لیکن بخاری و مسلم میں وہ حدیثیں موجود نہیں ہیں۔

خود امام مسلم کا یہ قول ان کی کتاب صحیح مسلم باب التشھد فی الصلوۃ میں منقول ہے کہ جب امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت نقل کی تو ان کے شاگرد ابوبکر نے ان سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے متعلق پوچھا کہ جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، البتہ "واذا قرء فانصتوا" کے الفاظ اس میں زائد ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ میرے نزدیک صحیح ہے تو ابوبکر نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہاں نقل کیوں نہیں کی تو فرمایا کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو میں اپنی کتاب میں نقل نہیں کرتا بلکہ میں تو وہ احادیث نقل کرتا ہوں کہ جن پر اجماع ہو، الفاظ یہ ہیں کہ:

"قال ابو اسحاق قال ابو بکر بن اخت ابی النضر ھذا لحدیث فقال مسلم ترید احفظ من سلیمان فقال لہ ابوبکر فحدث ابی ھریرۃ ص فقال ھو صحیح یعنی واذا قرء فانصتوا فقال ھو عندی صحیح فقال لِمَ لم تضعہ ھٰھنا فقال لیس کل شیء عندی صحیح وضعت ھٰھنا وانما وضعت ھٰھنا ما اجمعوا علیہ." (صحیح مسلم باب التشھد فی الصلوۃ ص ۱۷۴ ج ۱)

یعنی ابو اسحاق کہتے ہیں کہ ابوبکر بن اخت ابی النضر نے اس حدیث پر کچھ کہا تو

مسلم نے کہا کہ کیا سلیمان سے زیادہ کسی حافظ کو چاہتے ہو تو ابو بکر نے کہا کہ پھر ابو ہریرہ ﷺ کی حدیث کیسی ہے یعنی "واذا قرء فانصتوا" والی روایت، تو مسلم نے کہا وہ میرے نزدیک ہے، تو ابو بکر نے کہا کہ پھر آپ نے یہاں نقل کیوں نہیں کی تو فرمایا کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو میں یہاں نقل نہیں کرتا بلکہ یہاں تو میں وہ نقل کرتا ہوں جس پر اجماع ہو۔

اور علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی شروط الائمۃ الخمسۃ میں لکھتے ہیں کہ:

" واما البخاری رحمہ اللہ فانہ لم یلتزم ان یخرج کل ما صح من الحدیث حتی یتوجہ علیہ الاعتراض و کما انہ لم یخرج عن کل من صح حدیثہ ولم ینسب الیٰ شی ء من جھات الجرح وھم خلق کثیر یبلغ عددھم نیفاً وثلاثین الفاً لان تاریخہ یشتمل علیٰ نحو من اربعین الفا وزیادۃ و کتابہ فی الضعفاء دون السبع مائۃ ومن خرجھم فی جامعہ دون الفین کذالم یخرج کل ما صح من الحدیث ."(ص۲۰)

یعنی امام بخاریؒ نے اس کا التزام نہیں کیا ہے ہر صحیح حدیث کی تخریج اپنی کتاب میں کریں تاکہ ان پر اعتراض وارد ہو اور جیسے کہ انہوں نے ہر اس آدمی کی حدیثیں نقل نہیں کیں جن کی حدیثیں صحیح ہوں اور اس پر کوئی جرح نہ ہو اور یہ بہت لوگ ہیں جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار سے زائد اس لئے کہ بخاری کی اپنی تاریخ تقریباً چالیس ہزار افراد پر مشتمل ہے اور ان کی ضعفاء کی کتاب تقریباً سات سو آدمیوں پر مشتمل ہے اور جن کی احادیث کی تخریج انہوں نے صحیح بخاری میں کی ہے وہ دو ہزار سے بھی کم ہیں، اسی طرح ہر

صحیح حدیث کی بھی تخریج نہیں کی۔

اور پھر اس کی دلیل میں بخاری کا یہ قول اپنی مسلسل سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

" کنت عند اسحاق بن راھویہ فقال لنا بعض اصحابنا لو جمعتم کتاباً مختصراً لسنن النبی ﷺ فوقع ذالک فی قلبی فاخذت فی جمع ھذا الکتاب فقد ظھر ان قصد البخاری کان وضع مختصر فی الصحیح ولم یقصد الاستیعاب لا فی الرجال ولا فی الحدیث."(ص۲۱)

یعنی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں امام اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اگر تم احادیث کی ایک مختصر کتاب جمع کر لیتے تو اچھا ہوتا تو یہ بات میرے دل کو لگی، علامہ مقدسیؒ فرماتے ہیں کہ بخاریؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ان کا قصد ایک مختصر کتاب جمع کرنے کا تھا، نہ صحیح اور ثقہ راویوں کا استیعاب مقصود تھا اور نہ صحیح احادیث کا۔

اور امام ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک کے اول میں دونوں کے متعلق لکھا ہے کہ:

"ولم یحکما ولا واحد منھما انہ لم یصح من الحدیث غیر ما اخرجہ. الـخ" (مستدرک الحاکم ص ج۱) یعنی نہ بخاری و مسلم نے اور نہ ان میں سے کسی ایک نے یہ کہا ہے کہ صرف وہی احادیث صحیح ہیں جو انہوں نقل کی ہیں۔

امام بخاریؒ و مسلمؒ کے ان اقوال سے اور محدثین کی تصریحات سے یہ بات بالکل پورے طریقے سے ثابت ہوئی کہ صحیح احادیث صرف وہ نہیں ہیں جو بخاری و مسلم میں منقول ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی اور بہت سی احادیث صحیح ہیں کہ جن کی تخریج بخاری و

مسلم نے نہیں کی ہے۔

اب اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ظہور مہدی کی احادیث اگر بالفرض بخاری و مسلم میں نہ ہوں تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ ابن خلدون اور اختر کاشمیری کے اس اعتراض پر نظر ڈالیں کہ بخاری و مسلم میں ظہور مہدی کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

یہی اشکال مولانا مودودی صاحب کو پیش آیا، اگرچہ مولانا فی الجملہ ظہور مہدی کے قائل ہیں اور منکرین میں سے نہیں ہیں لیکن لکھتے ہیں کہ:

''درحقیقت جو شخص علوم دینی میں کچھ نظر و بصیرت رکھتا ہو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور نہیں کرسکتا کہ جس مسئلے کی دین میں اتنی اہمیت ہو اسے محض اخبار آحاد پر چھوڑا جا سکتا تھا اور اخبار احاد بھی اس درجہ کی کہ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے محدثین نے اپنی احادیث کے مجموعوں میں سرے سے ان کا لینا ہی پسند نہ کیا ہو۔''

(رسائل و مسائل ص ۵۹ ج ۱)

لیکن یہ اختر کاشمیری صاحب اور مولانا مودودی صاحب کی غلط فہمی ہے اس لئے کہ نہ تو ظہور مہدی کی احادیث اخبار آحاد ہیں جیسا کہ محدثین کی تصریحات باب ثانی میں گزر چکی ہیں۔ ''ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں۔'' (ملاحظہ ہو شرح عقیدہ السفارینی ص ۸۰ ج ۲) اور نہ بخاریؒ و مسلمؒ نے ان احادیث سے اعراض کیا ہے بلکہ بخاری و مسلم میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ جن سے محدثین کی تصریحات کے مطابق مراد امام مہدی ہی

ہیں۔

ابن خلدون اور اختر کاشمیری صاحب کو تو صرف یہ اشکال تھا کہ بخاری و مسلم میں ظہور مہدی کی احادیث نہیں ہیں لیکن مولانا مودودی صاحب کو یہ بھی اشکال ہے کہ موطا امام مالک میں ظہور مہدی کی احادیث کیوں نہیں۔

لیکن یہ اشکال وہ آدمی کرسکتا ہے کہ جس نے موطا امام مالک کا صرف نام سنا ہو اور خود اس کا مطالعہ نہ کیا ہو۔ اس لئے کہ موطا امام مالک کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ دین کے سینکڑوں مسائل و معتقدات ایسے ہیں کہ جن کے متعلق موطا امام مالک میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ لیکن آج تک پوری امت میں سے بشمول مالکیہ کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ فلاں مسئلے کو ہم نہیں مانتے ہیں یا یہ کہ فلاں مسئلہ کمزور ہے اس لئے کہ موطا امام مالک میں اس کے متعلق کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ کیونکہ موطا امام مالک تو احادیث مرفوعہ کا ایک نہایت مختصر مجموعہ ہے باقی مرسل روایات اور آثار و اقوال تابعین ہیں اور آثار و اقوال بھی صرف وہ کہ جن کا تعلق فقہی احکام یعنی دین کے عملی حصہ کے ساتھ ہے۔ نظری اور اعتقادی قسم کی احادیث تو موطا میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے اعتراضات کی جرأت وہ آدمی کرسکتا ہے کہ جس کا فن حدیث سے کوئی خاص تعلق نہ ہو ورنہ حدیث کے کسی مجموعہ میں کسی حدیث کا نہ ہونا آج تک محدثین کے نزدیک قابل اعتراض نہیں رہا ہے۔ **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**

(۳) اسی طرح ان کی تیسری بات کہ ''صحیح احادیث میں مہدی کی تصریح نہیں۔'' یہ

بھی قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ باب اول میں ہم ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد، مستدرک حاکم کے حوالے سے وہ حدیثیں مع تحقیق وسند کے نقل کر چکے ہیں کہ جو صحیح بھی ہیں اور جن میں مہدی کی تصریح بھی ہے۔ (اس اشکال کا اسی جواب سے ملا جلا جواب مولانا بدر عالم میرٹھی نے دیا ہے۔)

مولانا لکھتے ہیں کہ: یہ دعویٰ بھی تسلیم نہیں کہ صحیح حدیثوں میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں ہے کیا وہ حدیثیں جن کو امام ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ جیسے محدثین نے صحیح وحسن[1] کہا ہے صرف محقق موصوف کے بیان سے صحیح ہونے سے خارج ہوسکتی ہیں۔

دوم: یہ کہ جن حدیثوں کو محقق موصوف نے بھی صحیح تسلیم کرلیا ہے، اگر وہاں ایسے قوی قرائن موجود ہیں جن سے اس شخص کا امام مہدی ہونا تقریبا یقینی[2] ہوجاتا ہے تو پھر امام مہدی کے لفظ کی تصریح ہی کیوں ضروری ہے۔

سوم: یہاں اصل بحث مصداق میں ہے مہدی کے لفظ میں نہیں، پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک خلیفہ کا ہونا اور اس کا خاص صفات کا حامل ہونا جو بحوائے روایت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے شخص میں بھی نہ تھیں، ثابت ہوجاتا ہے تو بس اہل سنت والجماعت کا مقصد اتنی بات سے پورا ہوجاتا ہے کیونکہ مہدی تو صرف ایک لقب ہے علم اور نام نہیں ہے اور یہ آپ ابھی معلوم کر چکے ہیں کہ مہدی کا لفظ بطور لقب

---

[1] صرف صحیح وحسن بھی نہیں بلکہ دوسرے محدثین نے متواتر کہا ہے جیسے کہ باب ثانی میں گزر گیا ہے۔ نظام الدین

[2] خاص کر اس صورت میں کہ شارحین بخاری ومسلم کے نزدیک مراد امام مہدی ہی ہیں جیسے کہ باب ثانی میں شارحین بخاری ومسلم کے حوالہ جات تفصیل سے گزر چکے ہیں۔ نظام الدین

کے دوسرے اشخاص پر بھی اطلاق کیا گیا ہے۔ اگرچہ سب میں کامل مہدی وہی ہیں جن کا ظہور آئندہ زمانے میں مقدر ہے، یا یوں سمجھئے کہ جس طرح دجال کا لفظ حدیثوں میں ستر مدعیان نبوت کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے مگر دجال اکبر وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ ہاں.... اس لقب کی زد اگر پڑتی ہے تو ان اصحاب[1] پر پڑتی ہے جو مہدی کے ساتھ ساتھ کسی قرآن کے منتظر بیٹھے ہیں۔ (ترجمان السنۃ ص ۳۸۳ ج ۴)

اور اسی اشکال کے جواب میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ:

"وقد اخرج الحافظ السیوطی هذه الاحادیث التسعین بطولها فی العرف الوردی وفی ستة و ثلاثین حدیثاً منها ورد اسم المهدی صریحاً والباقی منها جاء باسم الخلیفه وباوصافه التی وردت فی الاحادیث فبطل بهذا تعلل المورخ المذکور بان احادیث المهدی جاء ت مبهمة لیس فیها تصریح اسم المهدی والمبهم یحمل علی المتصل بالاجماع اذا کان الحدیث واحداً والاحادیث التی لم یقع فیها صراحة بل مبهماً و اشارة تحمل علی الاحادیث المفصلة التی ورد فیها اسم المهدی صراحةً فان المفسر یقضی علی المبهم و کیف وان ایراد ائمه الحدیث هذه الاحادیث مبهمة فی باب ذکر المهدی دلیل ان هذه الاحادیث المبهمة الدالة علی خروج الخلیفة العادل فی آخر الزمان کلهامحمولة علی المهدی عند أیمة الحدیث." (تعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح ص ۱۹۸ ج ۶)

---

[1] مراد اہل تشیع ہیں۔ نظام الدین

یعنی علامہ سیوطیؒ نے ظہور مہدی کی ان نوے احادیث کی تخریج اپنے رسالہ العرف الوردی میں کی ہے جن میں تینتیس احادیث کی تخریج میں مہدی کا نام صراحتاً موجود ہے اور باقی احادیث خلیفہ کے لفظ اور ان اوصاف کے ساتھ وارد ہوئی ہیں کہ جو مہدی کی احادیث میں ہیں۔

سیوطی کے اس بیان سے ابن خلدون کا یہ اعتراض ختم ہوجاتا ہے کہ مہدی کی احادیث مبہم ہیں اور ان میں نام کی صراحت موجود نہیں ہے۔ نیز یہ کہ مبہم کو مفصل پر بالاتفاق حمل کیا جاتا ہے جب حدیث ایک ہو لہٰذا وہ احادیث جو کہ مبہم ہیں یا ان میں اشارۃً مہدی کا ذکر ہے ان کو ان مفصل احادیث پر حمل کیا جائے گا کہ جن میں مہدی کا نام صراحتاً وارد ہوا ہے اس لئے کہ مفسر قاضی ہوتا ہے مبہم پر، نیز محدثین کا ان مبہم احادیث کو مہدی کے باب میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث مبہم جو ایک آخر زمانے میں ایک خلیفہ عادل کے ظہور پر دلالت کرتی ہیں محدثین کے نزدیک مہدی ہی پر محمول ہیں۔

اس تفصیل سے ابن خلدون کے تینوں اعتراضات کا جواب علی الوجہ الاتم ہوجاتا ہے کہ نہ تو جرح مطلقاً تعدیل پر مقدم ہے جیسا کہ ابن خلدون کا دعویٰ ہے اور نہ مہدی کی سب احادیث ضعیف ہیں اور نہ مبہم ہیں۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ اگر سب احادیث ضعیف بھی ہوتیں تو بھی بالکلیہ ظہور مہدی کا انکار صحیح نہ ہوتا کیونکہ محدثین کے ہاں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی حدیث کی روایات کی کثرت ہوجاتی ہے تو اگرچہ وہ ضعیف ہوں لیکن پھر بھی اتنا معلوم ہوجاتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور

موجود ہے۔ چنانچہ ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے اور ان سے ابن عراقی نے "تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ" میں نقل کیا ہے کہ:

"قال الحاکم فی المستدرک اذا کثرت الروایات فی حدیث ظہران للحدیث اصلا." (۲۰۰ج۱) یعنی حاکم نے مستدرک میں کہا ہے کہ جب کسی حدیث کی روایات کثیر ہوجاتی ہیں تو ظاہر ہوجاتا ہے کہ حدیث کے لئے اصل موجود ہے۔

اب اس قاعدہ کے لحاظ سے اگر غور فرمائیں گے تو بھی ظاہر ہوجائے گا کہ مہدی کی احادیث اگر بالفرض سب کی سب ضعیف ہوں تب بھی ان کی اصل موجود ہے اس لئے کہ مہدی کی احادیث کی تعداد نوے تک پہنچی ہے، جن میں سے تینتیس میں مہدی کی صراحت بھی موجود ہے اور تقریباً پچیس صحابہ و تابعین سے مروی ہیں۔ (کمافی تعلیق الصبیح ص۱۹۷ ج۶) اس لئے اس کو بالکل بے اصل کہنا صحیح نہیں ہے۔

جناب اختر کاشمیری کا ایک منفرد اشکال

اختر کاشمیری صاحب کا ایک منفرد اشکال یہ بھی ہے کہ مہدی کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے، چنانچہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: ''مہدی کے ذکر سے قرآن خالی ہے، قرآن میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں حالانکہ قرآن میں عقیدہ کی ہر بات موجود ہے، تو اس صورت میں جو لوگ ظہور مہدی کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک قرآن کی کیا اہمیت ہوگی۔''

یہ اختر کاشمیری صاحب کا اشکال۔ ۔ یہ اس کو بار بار پڑھئے اور آپ پرویزیوں

کے ان اعتراضات پر بھی نظر ڈالئے جو وہ حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ آپ کو ذرہ برابر فرق محسوس نہیں ہوگا۔

یہ بعینہ وہی حالت ہے جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے دی تھی (فداہ ابی امی) مستدرک حاکم ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اور مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "قال لا الفين احدكم متكئاً على اريكته يأتيه الامر من امرى مما امرت به او نهيت عنه فيقول ما ادرى ماوجدنا فى كتاب الله اتبعناه "اور مستدرک کے دوسری روایت میں اس کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ "ماوجدنا فى كتاب الله عملنا به والا فلا" اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "وهذا كتاب الله وليس هذا فيه (مستدرک حاکم ص ۱۰۸،۱۰۹ ج ۱) واللفظ له وابن ماجه عن ابى رافع ص ۳ باب تعظيم حديث رسول الله ﷺ وابوداؤد باب فى لزوم السنة ص ۶۳۲ ج ۲ ومشكوٰة المصابيح باب الاعتصام بالكتاب والسنة الفصل الثانى ص ۲۹ ج ۱ ومفتاح الجنة فى الاحتجاج بالسنة عن البيهقى ص ۱۱."

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس حال میں کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے ہو اور میرا کوئی امر اس کے پاس آئے جس میں میں نے کسی چیز کا حکم دیا ہو کسی چیز سے منع کیا ہو تو وہ کہہ دے کہ میں تو اس کو نہیں جانتا ہم تو جو قرآن میں پائیں گے اس کو مانیں گے اور جو قرآن میں نہیں ہوگا اس کو نہیں مانیں گے، تو گویا اختر صاحب کے اعتراض کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اگر قرآن میں مہدی کا ذکر ہوتا تو ہم مانتے لیکن

چونکہ قرآن میں نہیں ہے اس لئے ہم مان نہیں سکتے۔ اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔ اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه

اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ کیا نماز کی رکعتوں کی تعداد اور زکوٰۃ کے مقادیر تمہیں قرآن میں ملتے ہیں، روایت کے الفاظ یہ ہیں جس کی صحت پر حاکمؒ اور ذہبیؒ دونوں متفق ہیں۔

"حدثنا الحسن قال بينما عمران بن حصين يحدث عن سنة نبينا ﷺ فقال له رجل يا ابانجيد حدِّثنا بالقرآن فقال له عمران انت واصحابك يقرؤن القرآن اكنت محدثى عن الصلوٰة وما فيها وحدودها اكنت محدثى عن الزكوٰة فى الذهب والابل والبقر واصناف المال ولكن قد شهدت وغبت انت ثم قال فرض علينا رسول الله ﷺ فى الزكوٰة ، كذا كذا وقال الرجل احييتنى احياك الله قال الحسن فمامات ذالك الرجل حتى صار من فقهاء المسلمين." (مستدرک الحاکم ص ۱۰۹،۱۱۰ ج ۱)

اور امام سیوطی نے مفتاح الجنۃ میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

"عن شبيب بن ابى فضالة المكى ان عمران بن حصين رضی اللہ عنہ ذكر الشفاعة فقال له رجل من القوم يا ابا نجيد انكم تحدثونا باحاديث لم نجدها اصلا فى القرآن فغضب عمران وقال للرجل قرأت القرآن قال نعم قال فهل وجدت فيه صلاة العشاء اربعا ووجدت المغرب ثلاثا

والغداة ركعتين والظهر أربعا والعصر اربعا قال لا قال فعن من اخذتم ذالک الستم عنا اخذتموه واخذنا عن رسول الله ﷺ او جدتم فيه من كل اربعين شاة شاة وفى كل كذا بعيرا كذا وفى كل كذا درهما كذا قال لا قال فعن من اخذتم ذالک الستم عنا اخذتموه واخذنا عن النبى ﷺ وقال اوجدتم فى القرآن وليطوفوا بالبيت العتيق او وجدتم فيه فطوفوا سبعا واركعوا ركعتين خلف المقام اوجدتم فى القرآن لا جلب ولا جنب ولا شغار فى الاسلام ؟ اما سمعتم الله قال فى كتابه وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا قال عمران فقد اخذنا عن رسول الله ﷺ اشياء ليس لكم بها علم.“(ص ۱۰)

یعنی حضرت عمران بن حصین ؓ نے شفاعت کے بارے میں ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے کہا کہ اے ابو نجید (کنیت عمران بن حصین) تم ہمیں ایسی احادیث سناتے ہو جن کی کوئی اصل قرآن میں موجود نہیں ہے تو حضرت عمران بن حصین ؓ کو غصہ آیا اور اس آدمی سے کہا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے، اس نے کہا ہاں تو فرمایا کہ کیا تو نے قرآن میں یہ دیکھا کہ عشاء کی چار رکعتیں ہیں اور مغرب کی تین اور صبح کی دو اور ظہر وعصر کی چار چار رکعتیں ہیں اس آدمی نے کہا کہ نہیں، تو فرمایا کیا تم نے یہ ہم سے نہیں سیکھیں؟ اور ہم نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سیکھیں پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں دیکھا ہے کہ چالیس بکروں میں زکوٰۃ کی ایک بکری ہوتی ہے اور اونٹوں میں اتنے اونٹ اور دراہم میں اتنے دراہم تو اس آدمی نے کہا کہ نہیں، تو فرمایا کہ کیا یہ تم نے ہم سے نہیں

سیکھے اور ہم نے پیغمبر ﷺ سے اور پھر فرمایا کہ تم قرآن میں پاتے ہو کہ طواف کرو بیت اللہ کا لیکن کیا قرآن میں ساتھ یہ بھی ہے کہ سات طواف کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو اور پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ حکم دیکھا ہے کہ نہ عاشر مال والے کو تکلیف دے اور نہ مال والا عاشر کو اور نہ جلب اور جنب ہے اسلام میں (یہ دو فقہی اصطلاحیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں) اور پھر فرمایا کہ کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتے ہو کہ رسول ﷺ تم کو جو دے اس کو لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ اور پھر حضرت عمران بن حصینؓ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے بہت سی چیزیں سیکھیں ہیں جن کا تمہیں علم نہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واضح ہوا کہ عقائد و اعمال کا ثبوت صرف قرآن سے نہیں ہوتا بلکہ احادیث سے بھی اعمال وعقائد ثابت کئے جاسکتے ہیں اس لئے کہ جو مثالیں حضرت عمران بن حصینؓ نے پیش کی ہیں ان میں سے ہر عمل کی دو حیثیتیں ہیں ایک عملی اور ایک اعتقادی اور یہ دونوں احادیث سے ثابت ہیں مثلاً ظہر کی نماز کی ایک تو عملی حیثیت ہے کہ چار رکعت فرض پڑھے جائیں اور ایک اعتقادی حیثیت ہے کہ چار رکعت نماز کا اعتقاد رکھا جائے کہ ظہر کی چار رکعتیں ہیں اور یہ دونوں چیزیں ایک جیسی فرض ہیں مثلاً اگر کوئی آدمی ظہر کی نماز کی چار رکعتوں کا انکار کرے اور یہ کہے کہ ظہر کی نماز دو رکعت فرض ہے تو اس اعتقاد سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا تو معلوم ہوا کہ ان اعمال کی دونوں حیثیتیں جو فرض ہیں حدیث ہی سے ثابت ہیں۔

اسی طرح بخاری ومسلم دونوں کے حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے

عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ مشہور حدیث نقل کی ہے کہ:

" اخرج الشیخان عن ابن مسعود ؓ انہ قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنصمات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ تعالیٰ فبلغ ذالک امرأۃ یقال لھا ام یعقوب فجاء ت فقالت انہ بلغنی انک قلت کیت وکیت فقال مالی لا العن من لعن رسول اللہ ﷺ وھو فی کتاب اللہ فقالت لقد قرات مابین اللوحین فما وجدتہ قال ان کنت قرایتہ فقد وجدتیہ اما قرات وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا قالت بلیٰ قال فانہ نھی عنہ ." (مفتاح الجنۃ ص ۲۰،۱۹ و بخاری باب المستوشمہ ص ۸۸۰ ج ۲، و مسلم ص ۲۰۵ ج ۲ باب تحریم فصل المواصلۃ کتاب اللباس)

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں بھی وہی بات ہے جو عمران بن حصینؓ کی روایت میں گزر چکی ہے۔ آپ ان احادیث کو پڑھیں اور اس کے بعد جناب اختر کاشمیری صاحب کے اعتراض پر نظر ڈالیں اور اس کے ساتھ مولانا مودودی صاحب کی اس عبارت پر بھی نظر ڈالیں مولانا نے بھی دبے لفظوں میں تقریباً وہی بات کہی ہے جو اختر کاشمیری صاحب نے کھلے لفظوں میں کی تھی لکھتے ہیں:

"اب مہدی کے متعلق خواہ کتنی ہی کھینچ تان کی جائے بہرحال ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اسلام میں اس کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اس کے جاننے اور ماننے پر کسی کے مسلمان ہونے اور نجات پانے کا انحصار ہو، یہ حیثیت اگر اس کی ہوتی تو قرآن میں پوری صراحت کے

ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا اور نبی ﷺ بھی دو چار آدمیوں سے اس کو بیان کردینے پر اکتفاء نہ فرماتے بلکہ پوری امت تک اسے پہنچانے کی سعی بلیغ فرماتے۔" (رسائل و مسائل ص ۵۸ ج ۱)

آپ اگر غور اور تعمق سے دیکھیں گے تو یہ بھی تقریباً وہی بات ہے کہ جو اختر کاشمیری صاحب نے فرمائی تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودی صاحب اور اختر کاشمیری ایک ہی بیماری میں مبتلا ہیں کہ عقائد سب کے سب قرآن میں مذکور ہونے چاہئیں اور مہدی کے ظہور کا ذکر چونکہ قرآن میں نہیں لہٰذا یہ ایک من گھڑت قصہ ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لیکن گزشتہ حدیثوں میں یہ بات واضح ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اگر کوئی عقیدہ یا عمل ثابت ہوجائے تو اس کا ماننا بھی لازمی ہوتا ہے، یہ تو مولانا اور اختر کاشمیری صاحب بھی تسلیم کرتے ہوں گے کہ قرآن میں بعض چیزوں کا ذکر تفصیلاً ہے اور کچھ چیزیں قرآن میں اجمال کے ساتھ اشارۃً ذکر کی گئی ہیں ورنہ جیسا کہ حدیث میں گزر چکا ہے ہر چیز یعنی عقیدہ و عمل اس تفصیل کے ساتھ قرآن میں کہاں موجود ہے کہ جس تفصیل کے ساتھ اس پر امت کا اجماع پایا جاتا ہے اسی طرح اگر ظہور مہدی کا ذکر قرآن میں نہیں تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق ظہور مہدی کا ذکر اجمالاً قرآن میں بھی موجود ہے، چنانچہ سورۃ الانعام کی اس آیت میں کہ "یوم یاتی بعض ایات ربک" (پ ۸ آیت نمبر ۱۵۸) میں علامات قیامت کا اجمالاً بیان ہے اور

مفسرین کی تصریح کے مطابق اس میں بہت سی علاماتِ قیامت کی طرف اجمالاً اشارہ ہے جس میں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابۃ الارض کا خروج، نزول عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ شامل ہیں، اسی طرح اس میں خروج مہدی کی طرف بھی اجمالاً اشارہ ہے، جیسا کہ ہم علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو اسی کتاب کا صفحہ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ظہور مہدی بھی دوسرے بہت سے مسائل کی طرح اجمالاً قرآن کریم میں مذکور ہے۔

جناب اختر کاشمیری صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''حدیث نبوی کو بھی دیکھیں اگر اس پر (یعنی ظہور مہدی) کوئی صحیح یا متواتر حدیث مل جائے تو اسے ماننا پڑے گا ورنہ اس کے نہ ماننے سے حدیث نبوی کا انکار لازم نہیں آتا ہے۔''

میں قارئین سے درخواست کروں گا کہ جناب اختر کاشمیری کے ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد آپ اس کتاب کے باب ثانی پر دوبارہ نظر ڈال لیں اور دیکھیں کہ محدثین کے ہاں ظہور مہدی کی احادیث کا کیا مرتبہ ہے، صحت کے قائل تو سب محدثین بالاجماع ہیں اور اکثر تواتر کے قائل ہیں جیسے کہ شارح عقیدہ سفارینی کا قول ہم نقل کر چکے ہیں کہ:

"ان احادیث ظهور المهدي قد بلغت في الكثرة حد التواتر وقد تلقاها الامة بالقبول فيجب اعتقاده .الخ ص ٨٠ ج ٢. والبحث بكماله في شرح عقيدة السفاريني من ص٦٦ ج ٢ الى ص٨٢ ج ٢ من حيث الرواية"

کہ ظہور مہدی کی احادیث جو حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں، اسی طرح دوسرے محدثین کے اقوال بھی گزر چکے ہیں، اور اگر یہ الفاظ صرف نوک قلم سے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہیں تو اس کتاب کے باب اول وثانی پر نظر ڈال کر اپنے رائے پر نظر ثانی فرمائیے۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه

کچھ باتیں جناب اختر کاشمیری صاحب کے مضمون میں ایسی ہیں کہ جو ان کی ذہنی اختراع ہے، مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ: جس طرح پہلے لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ چودھویں صدی ختم ہوتے ہی قیامت آجائے گی چودھویں صدی ختم ہوگئی مگر قیامت نہیں آئی جس طرح یہ گھڑا ہوا عقیدہ تھا اسی طرح ظہور مہدی کا واقعہ بھی ایک من گھڑت عقیدہ ہے۔

اسی کا نام ہے ''بناء الفاسد علی الفاسد'' ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں اگر کسی نے غلط طور پر مشہور کر دیا کہ چودھویں صدی ختم ہوتے ہی قیامت آئے گی اور چودھویں صدی ختم ہوگئی مگر قیامت نہ آئی تو اس سے یہ کہیں لازم آتا ہے کہ قیامت کی وہ علامات جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی اور ہمارے پاس صحیح سندوں سے پہنچیں جیسا کہ ظہوری مہدی، یہ بھی من گھڑت اور جھوٹ ہے۔

نیز یہ کہ ان دونوں باتوں میں بڑا بنیادی فرق ہے چودھویں صدی کے ختم ہونے پر قیامت کے آنے کی پیشین گوئی مرزا غلام احمد قادیانی نے کی تھی اور اس کو اپنا الہام ظاہر کیا تھا اور پھر قادیانیوں نے اس کو مشہور کر دیا اور جُہال میں یہ بات مشہور ہوئی کہ چودھویں صدی کے اختتام پر قیامت قائم ہو جائے گی تو اس کا جھوٹ ہونا اب ہر

ایک پر ظاہر ہوا اس لئے کہ اب ہم سب پندرہویں صدی ہجری میں سانس لے رہے ہیں۔ بخلاف اس کے ظہور مہدی کا عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے تو کیا کسی عاقل کی نظر میں ان دونوں باتوں کا وزن ایک جیسا ہو سکتا ہے؟ ایک نبی صادق کی پیشین گوئی ہے جو صحیح اور متواتر اسناد سے ہم تک پہنچی ہے اور دوسری دجال وکذاب کی پیشین گوئی تھی جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذلیل وخوار اور جھوٹا کر دکھایا، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پہلی بات کہ تکذیب سے قادیانی کی تکذیب ہوتی ہے جو ضروری جزء ایمان ہے اور دوسری تکذیب سے محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی کی تکذیب ہوتی ہے۔ شتان مابینہما

نیز چودھویں صدی میں قیام قیامت والی بات کی پشت پر کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں اور ظہور مہدی کے عقیدے پر نوے روایات جن کو پچیس صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں موجود ہیں اور پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

نیز اختر صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''مشہور ہے کہ ان کی پہچان یہ ہوگی (یعنی مہدی کی) کہ وہ ایٹمی اسلحہ سے بے نیاز ہو کر تلوار سے جنگ کریں گے ان کی پھونکوں میں اتنی طاقت ہوگی کہ جہاں تک ان کی نظر جائے گی وہاں تک ان کی پھونک پہنچے گی۔''

خدا جانتا ہے کہ یہ باتیں کہاں اور کس حدیث میں ہیں اور کہاں سے اختر صاحب نے لکھیں، کیونکہ کسی صحیح روایت میں نہ تو اس کی نفی ہے کہ وہ ایٹمی اسلحہ استعمال

نہیں کریں گے اور اور نہ یہ ذکر ہے کہ ان کی پھونکوں میں یہ طاقت ہوگی۔ ہاں البتہ ان کے غزوات کا ذکر احادیث میں ہے، اور اگر احادیث میں تلوار کا ذکر ہو تو اس سے اس کی نفی کہاں لازم آتی ہے کہ وہ کسی دوسری قسم کا اسلحہ استعمال نہیں کریں گے اور یا اس کا ثبوت کہاں ہے کہ موجودہ حالت میں دنیا اپنے اس ایٹمی دور کے ساتھ اس وقت بھی موجود رہے گی۔ کیا بعید ہے کہ یہ سب کچھ ختم ہو جائے اور انسان پھر حالت اول کی طرف لوٹ جائے جس میں جنگ کے وہی اوزار و قوانین ہوں کہ جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے اگر اس چیز کو اعتراض کا ذریعہ بنایا جائے کہ مہدی کی احادیث میں تلوار کا ذکر ہے تو بعینہ یہی اعتراض پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی احادیث پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں بھی اس کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلوار سے قتل کریں گے حالانکہ ان احادیث کی صحت کے اختر صاحب بھی قائل معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت پہلے ہم نے نقل کی ہے۔

اپنے مضمون میں ایمان بالشہود کی سرخی قائم کر کے اختر کاشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''خدا کے نبی کے بعد کسی شخص پر ایمان بالغیب ممکن نہیں جب تک اس کے بارے میں اللہ کے رسول کا کوئی معتبر ارشاد سامنے نہ آجائے۔''

لیجئے محدثین کی تصریحات کے مطابق ایک نہیں کئی صحیح احادیث موجود ہیں۔ عبداللہ بن مسعود ؓ کی روایت جو باب اول میں گزر چکی ہے وہ تو محدثین کے نزدیک

بالاتفاق صحیح ہے جیسا کہ باب ثانی میں تحفۃ الاحوذی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو ابوداود کے حوالے سے گزر چکی ہے ابوداود، منذری، ابن قیم وغیرہ سب نے اس پر سکوت کیا۔ جو محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے اور عون المعبود میں اسی روایت کے متعلق لکھا ہے کہ:

"وفی الاذاعة رجاله رجال الصحیحین لا مطعن فیهم لا مغمز."
(ص۲۷۱ج۴)

کہ اس روایت کے راوی سب صحیحین یعنی بخاری ومسلم کے راوی ہیں کوئی جرح اور طعن نہیں ہے، اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ صحت کو چھوڑیئے محدثین کے ہاں تو ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں اور انکار کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ احادیث بہت زیادہ ہیں لیکن ہر حدیث میں منکرین حدیث کی طرح کوئی نہ کوئی کیڑا ضرور نکالا جاتا ہے یا کسی راوی پر جرح نقل کی جاتی ہے، اگرچہ وہ راوی بخاری ومسلم کا ہو اور سب کے نزدیک ثقہ ہو، لیکن تعدیل کے اقوال کو چھوڑ کر صرف جرح نقل کی جاتی ہے تاکہ ضعف کو ثابت کیا جائے حالانکہ جہاں سے ضعف کا قول نقل کیا جاتا ہے اس کے آگے پیچھے تعدیل کے اقوال کا انبار ہوتا ہے جن کو دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب کو

اختر صاحب لکھتے ہیں کہ: "بہرحال واضح ہے کہ پندرھویں صدی کا استقبال کرنے والا طبقہ گزشتہ تمام اعتبار سے بہرحال مختلف ہے اس کے مسائل جدا، سوچ منفرد،

انداز فکر انوکھا اور کسی چیز کو قبول کرنے کا طریقہ بھی الگ ہے، یہ طبقہ اگر ایسا مطالبہ کرتا ہے تو بے جا نہیں بجا ہے۔" اور لکھتے ہیں کہ "یہ میرے ذاتی خیالات کا خلاصہ نہیں بلکہ اس جدید طبقہ کے جذبات کا عکس ہے سائنسی دور کے دل ودماغ پر لگی چھاپ کو بلا دلیل نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی لاشعور سے کھرچ کر نکالنا ممکن ہے۔ اب ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ مسئلے کے تمام پہلو سامنے لا کر رکھ دیئے جائیں اور قبول نا قبول کا فیصلہ اس طبقے پر چھوڑ دیا جائے۔"

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ عملی یا اعتقادی مسئلے کے متعلق دلیل طلب کی جائے کہ اس کا ثبوت کس چیز سے ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی کے دل ودماغ پر اگر سائنسی چھاپ لگی ہوئی ہو تو اس کے لئے ہم اپنے معتقدات کو بدلیں یا اس کو ایسے نہج پر لے آئیں کہ ان کے لئے ان کا ماننا ممکن ہو جائے ہم اس کے مکلف نہیں، صحیح بات کو دلیل کے ساتھ ذکر کرنا یہ کار نبوت ہے اگر وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتی یا کسی بیرونی چھاپ کی وجہ سے وہ سمجھنا نہیں چاہتا تو اس کے لئے نہ تو کسی اعتقاد کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دلیل کو جانچنے کا وہ طریقہ استعمال کرنا چاہئے جو اختر صاحب کرتے رہے ہیں اس لئے کہ کسی بھی فن کی بات ہو اس کے ماہرین کی رائے کا احترام واعتبار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس مسئلے میں فن حدیث کے ان ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا جنہوں نے اپنی زندگیاں اس فن کی تحقیق کے لئے وقف کی اور اس فن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔ اس فن میں نہ میری رائے کا اعتبار ہوگا، نہ جناب اختر کاشمیری صاحب یا کسی اور کی رائے کا، بلکہ ہم اگر رائے زنی کریں گے تو یہ خود ہمارے لئے وبال وخسران ہوگا، بہتر یہ ہے کہ ہم محدثین کی رائے کا

اعتبار کریں۔

تو اب دلیل کے مطالبہ سے مراد اگر دلیل شرعی کا مطالبہ ہے تو وہ پیش کی جا چکی ہے کہ احادیث اس باب میں متواتر ہیں اور دلیل سے مراد اگر عقلی دلیل ہو تو عقل بھی اس کی مخالف نہیں کہ آخری زمانہ میں ایک مجدد پیدا ہو جو دین کی حفاظت اور احیاء سنت کے لئے کام کرے، نہ معلوم وہ کونسا سائنسی نظریہ یا فارمولا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ اس کی مخالفت کی وجہ سے رد کیا جا رہا ہے یا سائنس کی چھاپ لگے ہوئے دل و دماغ اس کو نہیں سمجھ پا رہے ہیں اور وہ کونسا اشکال ہے جو ان کو پیش آتا ہے۔ اس لئے کہ نہ تو مہدی پتھر سے پیدا ہوں گے اور نہ بغیر ماں باپ کے، بلکہ وہ اس معتاد اور جاری عادت کے مطابق پیدا ہونے والے ایک انسان ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ دین کی تجدید کا کام لے گا اور جن کا نام محمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں سے ہوں گے، ماں کی طرف سے حسینی اور باپ کی طرف سے حسنی ہوں گے۔ اور حدیث "من ولد العباس" جو آیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے تو وہ حدیث ضعیف ہے۔ (تعلیق الصبیح ص ۱۹۶ ج ۶)

تو ان باتوں میں کوئی بات غیر معتاد اور سمجھ میں نہ آنے والی نہیں ہے، ہاں اگر کسی نے انکار مہدی کی ٹھان لی ہو اور عقل میں بھی کچھ فتور ہو تو وہ بات اور ہے، اللہ تعالیٰ اس قسم کی عقل سے بچائے۔

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

(۱) ظہور مہدی کی احادیث پر بحث کرتے ہوئے ابن خلدون اور اختر کاشمیری نے سب سے پہلے ابوبکر الاسکاف کی اس حدیث پر بحث کی ہے جو ان الفاظ کے ساتھ حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ **"من کذب بالمهدی فقد کفر ومن کذب بالدجال فقد کذب . الخ"** (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۲)

اس روایت کو ابن خلدون نے ابوبکر الاسکاف کی کتاب فوائد الاخبار کے حوالے سے اپنے مقدمہ میں نقل کیا ہے اور پھر آخر میں اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں **"وحسبک هذا غلوا والله اعلم بصحة طريقه الى مالک بن انس علىٰ ان اباہكر الاسكاف عندهم متّهم وضّاع."** (مقدمہ ص ۳۱۲)

یہ روایت بعض محدثین کے نزدیک موضوع ہے جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں محمد بن الحسن بن راشد الانصاری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ **"ووجدت فی کتاب معانی الاخبار للکلاباذی خبراً موضوعا حدث به عن محمد بن علی بن الحسن عن الحسین بن محمد بن احمد عن اسماعیل بن ابی اویس عن مالک عن ابن المنکدر عن جابرؓ وفيه من انكر خروج المهدی فقد کفر . الخ"** (ص ۱۳۰ ج ۵)

لیکن بعض محدثین کے نزدیک یہ حدیث موضوع نہیں ہے جیسے کہ سہیلی نے روض الانف میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور پھر اس کی سند کی غرابت کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن موضوع نہیں کہا ہے اگر ضعیف ہو تو بھی دوسری صحیح احادیث اس کی تائید کے

لئے پیش کی جاسکتی ہیں اور اس بات کی طرف علامہ سہیلی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ "والاحادیث الواردة فی المهدی کثیرة جدا." (روض الانف ص۲۹۰ ج۱)

کہ ظہور مہدی کی احادیث بہت زیادہ ہے اسی طرح امام سیوطی نے اپنے رسالہ "العرف الوردی" میں اس حدیث کو نقل کر کے سکوت کیا ہے۔
(ملاحظہ ہو الحاوی ص۸۳ ج۲)

نیز اس کی سند بھی ایک نہیں بلکہ کئی ہیں جس کی طرف سُہیلی نے اشارہ کیا ہے۔
وکذا فی التصریح بما تواتر فی نزول المسیح ص ۲۴۳

ابن خلدون نے ابوبکر الاسکاف کو اس کا واضع ٹھہرایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ ابوبکر الاسکاف پر وضع حدیث کا الزام کسی نے بھی نہیں لگایا، اگر حدیث موضوع ہو تو پھر اس کا واضع بقول حافظ ابن حجر محمد بن الحسن بن علی بن راشد الانصاری ہے۔
(لسان المیزان ص۱۳۰ ج۵)

رہا ابوبکر الاسکاف تو وہ ثقہ اور امام ہے **کما فی الفوائد البهیة . محمد بن احمد ابوبکر الاسکاف البلخی امام کبیر جلیل القدر** ۔(ص۱۶۰)

(۲) ظہور مہدی کی دوسری روایت جس پر ابن خلدون اور اختر کاشمیری وغیرہ نے ضعف کا حکم لگایا ہے، وہ روایت ہے جو ابوداؤد و ترمذی کے حوالے سے باب اول میں ہم مع ترجمہ نقل کر چکے ہیں جس کے الفاظ ابن خلدون نے یہ نقل کئے ہیں کہ **" عن عبدالله ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول الله ذالک الیوم حتی یبعث الله فیه رجلا منی اومن اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی."** (مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۲)

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر کاشمیری صاحب نے عاصم بن ابی النجود پر جرح کی ہے اور روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن عاصم محدثین کے نزدیک قوی ثقہ ہیں، چنانچہ ابن ابی حاتم نے "کتاب الجرح والتعدیل" میں نقل کیا ہے

"اخبرنا عبدالله بن احمد بن محمد بن حنبل فیما کتب الی قال سالت ابی عن عاصم بن بهدلة (یعنی عاصم بن ابی النجود) فقال ثقة رجل صالح خیر ثقة والاعمش احفظ منه وکان شعبة یختار الاعمش علیه فی تثبیت الحدیث قال وسالت یحییٰ بن معین عنه فقال لیس به باس قال عبدالله بن احمد وسالت ابی عن حماد بن ابی سلیمان و عاصم فقال عاصم احب الینا عاصم صاحب قران و حماد صاحب فقه."
(کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص۳۴۱ ج۶)

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے خبر دی ہے کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل سے عاصم کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ ثقہ ہے اور نیک آدمی ہے اور بہترین ثقہ ہے، لیکن اعمش ان سے زیادہ حافظ تھے اور شعبہ اعمش کو عاصم پر ترجیح دیتے تھے، اور عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے عاصم کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ عاصم کی روایت میں کوئی باک نہیں یعنی ثقہ ہے اور عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل سے عاصم اور حماد کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ مجھے عاصم زیادہ پسند ہے اس لئے کہ عاصم قرآن والے تھے اور حماد فقہ والے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عاصم کو امام احمد بن حنبل اور امام الجرح والتعدیل

یحییٰ بن معین ثقہ مانتے ہیں، البتہ شعبہ کے نزدیک عاصم پر اعمش کو ترجیح حاصل ہے، لیکن یہ کوئی جرح کی بات نہیں ہے۔

اس کے بعد ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے عاصم کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ "**هو صالح هو اكثر حديثا من ابى قيس الاودى واشهر منه واحب الىٰ من ابى قيس .**" (کتاب الجرح والتعدیل ص ۳۴۱ ج ۶)

ابو حاتم نے کہا کہ عاصم صالح ہے اور ابو قیس سے زیادہ حدیثیں نقل کرنے والا ہے اور اس سے زیادہ مشہور ہے اور مجھے عاصم ابو قیس سے زیادہ پسند ہے۔

اور اس کے بعد پھر نقل کیا ہے کہ میرے والد سے عاصم بن النجود اور عبد الملک بن عمیر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے عاصم کو عبد الملک پر ترجیح دی۔ (ص ۳۴۱ ض ۶)

اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے ابو زرعہ سے عاصم کے متعلق پوچھا تو کہا کہ ثقہ ہے۔ (ص ۳۴۱ ج ۶)

ابن ابی حاتم کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل، امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین، ابو حاتم، ابو زرعہ جیسے محدثین اور جبال الحدیث کے نزدیک عاصم ثقہ ہے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابو حاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "محلّہ الصدق" عاصم کا مقام سچ کا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۳۵۷ ج ۲)

اور خود ذہبی فرماتے ہیں "**قلت هو حسن الحديث وقال احمد وابو زرعه ثقه**" (ص ۳۵۷ ج ۲) میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الحدیث ہے، یعنی اس کی

احادیث حسن ہیں اور احمد وابو زرعہ نے عاصم کو ثقہ کہا ہے اور پھر کہا کہ یہ بخاری ومسلم کے راوی بھی ہیں۔ (ص ۳۵۷ ج ۲)

اور پھر ابن سعد سے بھی عاصم کی ثقاہت نقل کی ہے ص ۳۵۸ ج ۲۔ میزان اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یہ سب اقوال نقل کئے ہیں اور ساتھ عجلی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "**وقال العجلى كان صاحب سنة وقراة وكان ثقه**" (ص ۳۹ ج ۵) عجلی نے کہا ہے کہ عاصم سنت والے تھے، ثقہ اور قاری تھے۔

اور حافظ نے تہذیب التہذیب میں بزار کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "**ولا نعلم احدا تركه**" (ص ۴۰ ج ۵) عاصم کو کسی نے بھی ترک نہیں کیا۔

اور تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ "**عاصم بن بهدلة وهو ابن ابى النجود بنون و جيم الاسدى مولاهم الكوفى ابوبكر المقرئ صدوق. الخ**" (۱۵۹)

ان اقوال سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ عاصم بن ابی النجو د ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ ہے۔ لہٰذا ابن خلدون یا اختر کاشمیری کا عاصم کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ کہ عاصم صحیحین یعنی بخاری ومسلم کے راوی بھی ہیں، اگرچہ بخاری ومسلم نے ان سے مقرون بالغیر حدیثیں نقل کی ہیں لیکن پھر بھی اتنی بات تو ثابت ہوئی کہ بخاری ومسلم نے ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔ نیز سنن اربعہ میں بھی ان کی روایتیں منقول ہیں۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ روایت ان روایات میں سے ہے جن پر امام ابوداؤد نے

سکوت کیا ہے۔ اور یہ قاعدہ خود ابن خلدون نے بھی نقل کیا ہے کہ ابوداؤد جس روایت پر سکوت کرے وہ قابل اعتبار ہوتی ہے "کما قال: هذا لفظ ابی داؤد و سکت علیه وقال فی رسالته المشهوره ان ما سکت علیه فی کتابه فهو صالح." (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۲) ابوداؤد نے اس روایت کے نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداؤد نے اپنے خط میں یہ کہا تھا کہ جس روایت پر سکوت کروں وہ قابل اعتبار ہوگی، اور ترمذی نے اس روایت کو حسن اور صحیح کہا ہے۔
(ملاحظہ ہو ترمذی کا باب ماجاء فی المهدی اور مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۲)

نیز منذری نے تلخیص ابوداؤد میں، علامہ خطابی نے معالم السنن میں اور امام ابن قیم نے تہذیب السنن میں اس روایت پر کوئی جرح نہیں کی اور عون المعبود اور تحفۃ الاحوذی میں اس حدیث کو صحیح کہا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو عون المعبود ص ۱۷۶ ج ۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح اور قابل اعتبار ہے۔ لہٰذا محدثین کے قول کا اعتبار ہوگا نہ کہ ابن خلدون اور ان کے مقلد کاشمیری صاحب کے قول کا کیونکہ لکل فن رجال، مسلّم کا قاعدہ ہے۔

(۳) تیسری روایت جس پر ابن خلدون نے جرح کی ہے حضرت علی ؓ کی وہ روایت ہے جس کو ہم باب اول میں نقل کر چکے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں "عن علی عن النبی ﷺ قال لو لم یبق من الدهر الا یوم لبعث الله رجلا من اهل بیتی یملأها عدلا کما ملئت جوراً." (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۳)

اس روایت میں ابن خلدون نے ایک راوی قطن بن خلیفہ پر کلام کیا ہے اور

اس کی وجہ سے روایت کو ضعیف کہا ہے۔ راوی کا اصل نام قطن نہیں بلکہ فطر بن خلیفہ ہے جیسے کہ ابوداؤد کے اصل نسخہ اور رجال کی کتابوں میں لکھا ہے، پتہ نہیں یہ ابن خلدون کی غلطی ہے یا کہ کاتب نے تصحیف کی ہے، اس طرح ابن خلدون کی تقلید میں اختر صاحب نے بھی غلط نقل کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب نے ابوداؤد کی اصل روایت کی طرف رجوع کی زحمت گوارا نہیں فرمائی بلکہ ابن خلدون ہی پر اعتماد کیا (اگرچہ اختر صاحب نے اپنے پورے مضمون میں یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ ان کا مضمون ابن خلدون سے ماخوذ ہے لیکن ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ان کا پورا مضمون ابن خلدون کی اس فصل کا ترجمہ ہے) لیکن یہ راوی محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں "صدوق" (ص ۲۷۷) یعنی سچے تھے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں "وثقه احمد وقال ابو حاتم صالح الحدیث" (ص ۳۶۳ ج ۳) امام احمد نے توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں صالح ہیں، ابن سعد نے کہا ہے "ثقة انشاء الله تعالیٰ" (میزان الاعتدال ص ۳۶۳ ج ۳) یعنی انشاء اللہ ثقہ ہے۔ اور ذہبی نے امام احمد سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ "کان فطر عند یحییٰ ثقه" (میزان ص ۳۶۳ ج ۳) یعنی فطر یحییٰ کے نزدیک ثقہ تھے۔ اور عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے فطر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ "ثقه صالح الحدیث. الخ" (میزان ص ۳۶۳ ج ۳) یعنی ثقہ اور صالح الحدیث ہے اور صاحب عون المعبود لکھتے ہیں کہ "وفی اسناده فطر بن خلیفة الکوفی وثقه احمد و یحییٰ بن سعید القطان ویحییٰ بن معین والنسائی والعجلی وابن سعد

والساجی وقال ابوحاتم صالح الحدیث واخرج له البخاری فالحدیث قوی." (عون المعبود شرح ابوداؤد ص ۳۷۱ ج ۴)

وکذا فی ترجمان السنة (ص ۳۸۵ ج ۴) یعنی اس حدیث کی سند میں فطر بن خلیفہ ہے، امام احمد، یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن معین، نسائی، عجلی، ابن سعد اور ساجی نے ان کی توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے صالح الحدیث کہا ہے اور بخاری نے ان کی حدیثیں نقل کی ہیں، پس یہ حدیث قوی ہے۔

تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے وہ سب اقوال نقل کئے ہیں جن کو ہم پہلے میزان وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں، اور عجلی کا یہ قول بھی نقل کیا "وقال العجلی: کوفی ثقة حسن الحدیث وکان فیه تشیع قلیل "(ص ۳۰۱ ج ۸) عجلی نے کہا ہے کہ فطر کوفی ہے، ثقہ ہے، اور اچھے حدیث والے ہیں اور ان میں تھوڑا سا تشیع تھا، اسی طرح حافظ نے امام نسائی کا قول بھی نقل کیا ہے کہ "وقال النسائی لا باس به وقال فی موضع اخر ثقه حافظ کیس." (تہذیب التہذیب ص ۳۰۱ ج ۸) کہ نسائی نے کہا ہے کہ فطر میں کوئی خرابی نہیں اور دوسری جگہ کہا کہ " فطر ثقة حافظ" اور ہوشیار ہے۔ نیز حافظ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ "وقال ابوذرعه الدمشقی سمعت ابانعیم یرفع من فطر ویوثقه ویذکر انه کان ثبتا فی الحدیث ." (تہذیب التہذیب ص ۳۰۲ ج ۸) یعنی ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے ابونعیم کو سنا ہے کہ وہ فطر کو اونچا کر رہے تھے یعنی اس کی بڑائی بیان کر رہے تھے اور توثیق کر رہے تھے اور کہا کہ وہ حدیث میں تثبت والے ہیں۔

نیز حافظ نے لکھا ہے کہ "وقال ابن عدی له احادیث صالحة عند الکوفیین وهو متماسک وارجوا انه لا باس به." (ص ۳۰۲ ج ۸) ابن عدی نے کہا کہ ان کی (فطر کی) کوفیوں کے ہاں احادیث اچھی ہیں اور ان سے دلیل پکڑی جا سکتی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک فطر بن خلیفہ ثقہ ہیں اور جن محدثین نے کچھ جرح کی ہے تو تشیع کی بناء پر کی ہے۔ حالانکہ ان کی تشیع کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ "کان یقدم علیاً علی عثمان " (تہذیب التہذیب ص ۳۰۲ ج ۸) یعنی حضرت علی ﷛ کو حضرت عثمان ﷛ پر فضیلت میں مقدم سمجھتے تھے۔ اور میزان الاعتدال میں ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ " ما یسرنی ان مکان کل شعرة فی جسدی ملک فیسبح الله لحبی اهل البیت "(ص ۳۶۳ ج ۳)

یعنی مجھے محبت اہل بیت کے بدلے یہ پسند نہیں کہ میرے ہر بال کے بدلے ایک فرشتہ ہوتا اور تسبیح پڑھتا، یعنی ان کا تشیع صرف اتنا تھا کہ اہل بیت سے محبت رکھتے تھے جو ہر مسلمان کے نزدیک جز و ایمان ہے اور حضرت علی ﷛ کو حضرت عثمان ﷛ پر فضیلت میں مقدم سمجھتے تھے، جیسے کہ یہ بعض اہل سنت سے بھی مروی ہے، صرف اتنی بات سے تشیع بھی ثابت نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ ضعف کیلئے وجہ بن سکتی ہے۔ جیسے کہ امام الجرح والتعدیل علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے ابتدا میں لکھا ہے "ان البدعة علی ضربین فبدعة صغری کغلوا التشیع اور کالتشیع بلا غلو ولا تحرف فهذا کثیر فی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدق فلو رد

حدیث ھولاء لذھب جملة من الأثار النبوية وھذه مفسده بينة"(ص ۵ ج ۱)

یعنی بدعت دو قسم پر ہے ایک بدعت صغریٰ جیسے کہ تشیع غلو کے ساتھ یا بغیر غلو اور تحریف کے، تو یہ تابعین اور تبع تابعین میں بہت تھا لیکن دینداری، تقویٰ اور سچائی کے ساتھ تو اگر ان کی حدیثیں رد کر دی جاتیں تو احادیث نبوی کی ایک وافر مقدار رد ہو جائے گی اور یہ ظاہراً فساد ہے۔ اس کے بعد علامہ ذہبی نے ابان بن تغلب کی توثیق کی ہے جو کہ حضرت علی ؓ کو حضرت ابوبکر ؓ و عمر ؓ پر فضیلت دیتا تھا۔ (ملاحظہ ہو میزان ص ۶ ج ۱)

تو معلوم ہوا کہ تشیع سے بھی عدالت ساقط نہیں ہوتی، نیز جب ابان حضرت علی ؓ کو ابوبکر ؓ و عمر ؓ پر فضیلت دے رہے ہیں اور پھر بھی ثقہ ہے تو فطر تو صرف حضرت علی ؓ کو حضرت عثمان ؓ پر فضیلت دے رہے ہیں اور کوئی جرح بھی موجود نہیں ہے تو بطریق اولیٰ ثقہ ہوں گے۔

اس پوری بحث سے ثابت ہوا کہ یہ تیسری حدیث بھی صحیح ہے۔

(۴) چوتھی حدیث جس پر مقدمہ میں ابن خلدون نے جرح کی ہے وہ حضرت علی ؓ کی وہ روایت ہے جس کو ہم ابوداؤد کے حوالہ سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ "قال علی ونظر الیٰ ابنه الحسن ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ ﷺ سیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبھه فی الخلق ولا یشبھه فی الخلق یملأ الارض عدلا ۔الخ"(ص ۳۲۳)

اس روایت میں اختر صاحب نے عمرو بن ابی قیس پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے۔

عمرو بن ابی قیس کے متعلق حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ " صدوق له اوھام"(ص ۲۶۲) یعنی سچے ہیں البتہ ان کے کچھ اوہام ہیں۔

اور تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ "رے" کے کچھ لوگ سفیان ثوری کے پاس آئے اور کچھ حدیثوں کے متعلق ان سے پوچھا تو سفیان ثوری نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس ازرق موجود نہیں، اس سے مراد عمرو بن ابی قیس ہے۔ (ص ۹۴ ج ۸) اس سے معلوم ہوا کہ سفیان ثوری کو ان پر اعتماد تھا اور لوگوں کو حدیث کے متعلق ان سے رجوع کرنے کے لئے کہا کرتے تھے اور ابوداؤد کا یہ قول بھی تہذیب میں منقول ہے کہ "لا باس به"

نیز حافظ نے لکھا ہے کہ "وذکرہ ابن حبان فی الثقات "(ص ۹۴ ج ۸) یعنی ابن حبان نے عمرو بن ابی قیس کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ ابن شاہین نے بھی ثقہ راویوں مین ذکر کیا ہے۔ اور عثمان بن ابی شیبہ نے فرمایا "لا باس به" اور بزار نے کہا ہے کہ مستقیم الحدیث تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۹۴ ج ۸)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ عمرو بن ابی قیس محدثین کے ہاں بالاتفاق قابل اعتبار ہیں۔

نوٹ: مقدمہ میں عمرو بن ابی قیس کے بجائے عمر بن ابی قیس لکھا ہے شاید یہ کاتب کی غلطی ہو۔

نیز جو جوابی مضمون اردو ڈائجسٹ میں چھپا اس میں بھی عمرو بن قیس لکھا تھا، یہ بھی صحیح نہیں، ابوداؤد کے سب نسخوں میں نام عمرو بن ابی قیس لکھا ہے، عمرو بن قیس کے

نام کے اسماء رجال کی کتابوں میں دو راوی ہیں لیکن وہ الگ ہیں اس روایت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز اس روایت میں ابن خلدون نے ہارون بن المغیرہ پر بھی جرح کی ہے اور ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ ہارون شیعہ کی اولاد میں سے تھے۔ (مقدمہ ص ۳۱۴) لیکن ہارون بن المغیرہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ **هارون بن المغيره بن حكيم البجلی ثقة** (ص ۳۶۲) یعنی ہارون ثقہ ہیں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ "**وثقه النسائی**" کہ نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۲۸۷ ج ۳) اور لکھا ہے کہ "**قال ابو داؤد لا باس به.**" (۲۸۷ ج ۳)

اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ "**قال جرير لا اعلم لهذه البلد اصح حديثامنه**" (تہذیب التہذیب ص ۱۲ ج ۱۱) کہ جریر نے کہا رے میں ان سے زیادہ صحیح حدیث والا کوئی نہیں تھا اور نسائی سے نقل کیا ہے کہ "**قال النسائی كتب عنه يحيىٰ بن معين و قال صدوق**" (ص ۱۲ ج ۱۱) یعنی نسائی نے کہا ہے کہ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین نے ان سے حدیث نقل کی ہے اور ان کو ثقہ کہا ہے اور ابوداؤد نے شیعہ ہونے کے باوجود **لا باس به** کہا ہے اور امام احمد نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ "**شيخ صدوق ثقة**" (تہذیب ص ۱۳ ج ۱۱)

ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک ہارون شیعہ ہونے کے باوجود ثقہ ہیں، نفس تشیع وجہ جرح نہیں بن سکتی، جیسا کہ آپ پہلے تفصیل سے اس مسئلے پر محدثین کے اقوال ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اسی روایت میں ابن خلدون نے ابو اسحاق السبیعی پر کلام کیا ہے، لیکن یہ ثقہ ہیں ان کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے کہ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور ثقہ و عابد ہیں۔ البتہ آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ (ص ۲۶۰) علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "**من ائمة التابعين بالكوفة و اثباتهم الا انه شاخ ونسی ولم يختلط**" (میزان ص ۲۷۰ ج ۳) یعنی ابو اسحاق ائمہ تابعین اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں، البتہ بوڑھا ہونے کی وجہ سے کچھ روایات بھول گئے تھے اور اختلاط نہیں ہوا تھا۔

اس عبارت میں علامہ ذہبی نے اختلاط کی بھی نفی کر دی، ابن خلدون کا اس روایت پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ابو اسحاق کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی ولادت ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، الفاظ یہ ہیں "**ورأى عليا واسامة بن زيد. الخ**" (میزان ص ۲۷۰ ج ۳) یعنی حضرت علی و اسامہ کو دیکھا تھا۔

نیز یہ بخاری و مسلم کے راوی بھی ہیں جن کے رُواۃ کے متعلق خود ابن خلدون نے اپنی بحث کی ابتداء میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ "**فان الاجماع قد اتصل فی الامة علىٰ تلقيهما بالقبول والعمل بما فيهما وفی الاجماع اعظم حماية واحسن دفعا وليس غير الصحيحين بمثا بتهما فی ذالک.**"

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۲)

یعنی بخاری ومسلم کی قبولیت اور ان کی احادیث کے معمول ہونے پر امت کا اجماع ہے اور صحیحین کے علاوہ دوسری کتابیں اس مرتبے پر نہیں ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ابو اسحاق سبیعی ثقہ ہے اور بخاری ومسلم کے راوی ہونے کی وجہ سے امت کا ان کی قبولیت وثقاہت پر اجماع ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا لہٰذا روایت منقطع نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ "روی عن علی بن ابی طالب والمغیرہ بن شعبه وقد راهما" (ص۶۳ ج۸) یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ اور ان دونوں کو دیکھا بھی تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا تھا لیکن یہ قول محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔ چنانچہ حافظ نے اس مذکورہ عبارت کے بعد دوسرے قول کو قیل سے نقل کیا ہے جس میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے، نیز حافظ نے بغوی سے نقل کیا ہے کہ بغوی نے سند مسلسل کے ساتھ ابو احمد زبیری "لقی ابو اسحاق علیاً" (تہذیب ص۶۵ ج۸) کہ ابو اسحاق کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی لیکن اگر ملاقات نہ بھی ثابت ہو تو بھی ان کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امام مسلم اور جمہور کے قول کے مطابق صحیح ہوگی کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا۔

ایک اعتراض اس روایت پر یہ ہے کہ ہارون بن المغیرہ اور ابوداؤد کے درمیان کا راوی بھی معلوم نہیں ہے اور یہ بھی انقطاع ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ہارون کی یہ روایت ابوداؤد نے اصالتاً نقل نہیں کی ہے بلکہ ماقبل والی روایتوں کی تائید کے لئے اس کو لائے ہیں اس لئے یہ انقطاع مضر نہیں، نیز یہ کہ ابوداؤد کے سکوت

کے بعد روایت پھر بھی درجہ حسن کی ہے۔

(۵) پانچویں روایت جس پر ابن خلدون نے مقدمہ میں کلام کیا ہے وہ بھی حضرت علیؓ ہی کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "**قال النبی ﷺ یخرج رجل من وراء النهر یقال له الحارث علی مقدمته رجل یقال له المنصور .الخ**" (مقدمہ ص۳۱۳)

اس روایت پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں ابوالحسن اور ہلال بن عمر مجہول ہیں۔ لیکن یہ اعتراض بھی صحیح نہیں، کیونکہ ایک تو یہ روایت اصالتاً منقول نہیں بلکہ تائید کے لئے ہے، نیز ابوداؤد نے سکوت بھی کیا ہے، اور ہلال بن عمرو مجہول بھی نہیں۔ ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں لکھا ہے کہ "**هلال بن عمرو سمع ابابردة عن ابی موسیٰ روی عنه یحییٰ بن سعید القطان سمعت ابی یقول ذالک.**" (ص۷۶ ج۹) یعنی ہلال بن عمرو نے ابو بردہ سے روایتیں سنی ہیں اور ہلال سے یحییٰ بن سعید القطان نے روایتیں نقل کی ہیں۔

نیز ابوالحسن بھی مجہول نہیں ہوگا اس لئے کہ مطرف بن طریف جیسا ثقہ آدمی اس سے نقل کرتا ہے جبکہ مطرف کے متعلق یہ مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ نقل کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۱۷۲ ج۱۰)

نوٹ: ابوداؤد کے نسخہ میں ابوالحسن کے بجائے حسن نام ہے۔

(۶) چھٹی روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ ابوداؤد کی وہ روایت ہے جس کو ام سلمہؓ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں الفاظ یہ ہیں "**سمعت رسول الله ﷺ یقول المهدی من ولد فاطمه.الخ**"

(وکذا فی المستدرک الحاکم مقدمہ ص۳۱۴)

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے علی بن نفیل پر جرح کی ہے اور وہ صرف اسی روایت کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔ نیز ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابو جعفر و عقیلی نے علی بن نفیل کی تضعیف کی ہے، لیکن یہ جرح بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ محدثین کے نزدیک علی بن نفیل ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ ابو الملیح الرقی علی بن نفیل کی تعریف کیا کرتا تھا۔ اور لکھا ہے کہ "قال ابو حاتم لا باس به وذكره ابن حبان فی الثقات" (تہذیب التہذیب ص۳۹۱ ج۷) ابو حاتم نے لکھا ہے کہ علی میں کوئی خرابی نہیں ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اگرچہ عقیلی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ احادیث مہدی میں اس کا کوئی متابع موجود نہیں ہے لیکن پھر خود اس کی تردید کی ہے کہ "وفی المهدی احادیث جیاد من غیر هذا الوجه" (تہذیب التہذیب ص۳۹۲ ج۷) کہ ظہور مہدی کے بارے میں ان کی احادیث کے علاوہ بھی جید اور مضبوط احادیث مروی ہیں۔

حافظ کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہدی کی سب احادیث ضعیف نہیں ہیں جیسے کہ ابن خلدون اور اختر صاحب کی رائے ہے بلکہ جید اور قابل اعتماد احادیث بھی مروی ہیں۔ واللہ الموفق

اور حافظ ابن حجر تقریب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں "علی بن نفیل النهدی الجزری لا باس به" (ص۲۴۹) یعنی علی بن نفیل میں کوئی خرابی نہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابو حاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "لا باس به" (ص۱۶۰ ج۳)

اور کتاب الجرح والتعدیل میں بھی ابن ابی حاتم نے سند کے ساتھ ابو الملیح کا قول نقل کیا ہے جس کو تہذیب کے حوالے سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ نیز اپنے والد ابو حاتم سے "لا باس به" کا قول بھی نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۲۰۶ ج۶)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ علی بن نفیل ثقہ ہے۔

(۷) ساتویں روایت جو ابن خلدون اور اختر صاحب کے ہاں مجروح ہے وہ ہے جو ابو داؤد کے حوالے سے حضرت ام سلمہؓ سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں "عن ام سلمةؓ قال یکون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من اهل المدينة هاربا الى مكه فياتيه ناس من اهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبا يعونه بين الركن والمقام .الخ" (مقدمہ ص۳۱۴)

اس حدیث پر ابن خلدون کو تو دو اعتراض ہیں، ایک تو یہ کہ اس روایت میں مہدی کے نام کی صراحت نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ قتادہ نے اس کو عن کے ساتھ نقل کیا ہے اور مدلس جس روایت کو عن کے ساتھ نقل کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔
(مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۴)

لیکن یہ دونوں اعتراض صحیح نہیں ہیں، اس لئے کہ اگرچہ حدیث میں مہدی کے نام کی صراحت نہیں لیکن صفات سب وہی مذکور ہیں جو دوسری احادیث میں مہدی کے نام کی صراحت کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، نیز محدثین کا اس حدیث کو مہدی کے باب میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد حضرت مہدی ہی ہیں۔ چنانچہ خود ابن خلدون لکھتے ہیں: "نعم ذکره ابو داؤد فی ابوابه" (مقدمہ ص۳۱۴) یعنی ہاں یہ تسلیم

شدہ ہے کہ ابوداؤد نے اس کو مہدی کے ابواب میں ذکر کیا ہے۔

جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے قتادۃ کی ملاقات اور سماع ابوالخلیل سے ثابت ہے۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کے اساتذہ میں صالح ابی الخلیل کا نام لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۳۵۱ ج ۸)

نیز محدثین نے ان لوگوں کے نام الگ ذکر کئے ہیں کہ جن سے قتادۃ نقل کرتے ہیں اور سماع ثابت نہیں ہے ان میں صالح ابی الخلیل کا نام نہیں ہے، بلکہ صالح ابی الخلیل کا نام ان لوگوں میں لکھا ہے جن سے قتادۃ بلاواسطہ روایت کرتے ہیں۔ (تہذیب ص ۳۵۱ تا ۳۵۶ ج ۸) اور پھر جہاں تہذیب التہذیب میں صالح کا تذکرہ کیا ہے تو ان کے شاگردوں میں قتادۃ کا نام لکھا ہے کہ "وعند عطاء بن ابی رباح وقتادة عثمان البتی. الخ" (ص ۴۰۲ ج ۴)

ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ قتادۃ نے اس روایت میں تدلیس نہیں کی ہے لہٰذا تدلیس کا اعتراض غلط ہے۔ صالح ابی الخلیل کے بارے میں اختر صاحب نے ایک دلچسپ اعتراض کیا ہے کہ یہ اپنے ساتھی کا نام لئے بغیر روایت کر رہے ہیں۔ اگر وہ اپنے ساتھی کا نام بھول گئے ہیں تو حدیث کے الفاظ کیسے یاد رہ گئے ہوں گے؟ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب نے ابوداؤد کی طرف رجوع نہیں فرمایا کیونکہ یہ حدیث ابوداؤد میں تین سندوں کے ساتھ منقول ہے اور آخری سند میں صالح ابی الخلیل اس روایت کو عبداللہ بن الحارث کے ساتھ نقل کرتے ہیں جس میں نام کی صراحت ہوگئی۔ ابن خلدون

لکھتے ہیں "ثم رواه ابو داؤد من رواية ابی الخليل عن عبدالله بن الحارث عن ام سلمه فتبين بذالک المبهم فی الاسناد الاول." (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۴) کہ ابوداؤد نے پھر اس حدیث کو دوسری سند سے نقل کیا ہے جس میں مبہم روایت کی وضاحت ہوگئی ہے کہ وہ عبداللہ بن الحارث ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب کی اپنے ماخذ پر بھی پوری نظر نہیں اور یا انہوں نے جان بوجھ کر دھوکہ دینے کیلئے یہ مہمل بات لکھ دی۔ اس روایت کے سب راوی صحیحین (بخاری و مسلم) کے ہیں۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ "ورجاله رجال الصحيحين لا مطعن فيه ولا مغمز." (مقدمہ ص ۳۱۴)

اور عون المعبود شرح ابوداؤد میں بھی رواۃ کی پوری تفصیل کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۷۶ ج ۴) اور صاحب عون المعبود نے قتادۃ پر تدلیس کے الزام میں ابن خلدون کے اعتراض کو ذکر کر کے لکھا ہے کہ "فلا شک ان اباداؤد يعلم تدليس قتادة بل هو اعرف بهذه القاعدة من ابن خلدون ومع ذالک سکت عنه ثم المنذری وابن القيم ولم يتكلموا علیٰ هذا الحديث فعلم ان عندهم علما بثبوت سماع قتادة من ابی الخليل لهٰذا الحديث." (ص ۱۷۶ ج ۴)

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوداؤد کو قتادۃ کی تدلیس کا بھی علم تھا اور وہ اس قاعدہ پر کہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ابن خلدون سے بھی زیادہ عالم تھے لیکن باوجود اس کے ابوداؤد نے پھر علامہ منذری نے اور ابن قیم نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اس حدیث میں قتادۃ کا سماع ابی الخلیل سے

ثابت ہے اس لئے ان حضرات نے سکوت کیا، ورنہ یہ حضرات ہرگز سکوت نہ کرتے۔ نیز تہذیب التہذیب کے حوالہ سے آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ قتادہ کا لقا اور سماع ابی الخلیل سے ثابت ہے۔

(۸) روایت نمبر ۸ میں بھی وہی کلام ہے جو ماقبل والی روایت میں نقل کیا جا چکا ہے اس لئے کہ یہ روایت بھی اسی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے۔

(۹) روایت نمبر ۹ جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے یہ وہ روایت ہے جو ابوداؤد اور مستدرک حاکم کے حوالے سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ الفاظ یہ ہیں "عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ المھدی منی اجلی الجبھة اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً. الخ" (مقدمہ ص ۳۱۵)

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب کو عمران القطان پر اعتراض ہے کہ یہ خارجی تھے، چنانچہ ابن خلدون نقل کرتے ہیں کہ "کان حروریاً" (مقدمہ ص ۳۱۵) اور اختر صاحب نے بھی یزید بن زریع کے حوالے سے ان کا خارجی ہونا نقل کیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض محدثین نے ان کو خارجی کہا ہے لیکن باوجود اس کے ان کی توثیق بھی کی ہے اور کہا ہے کہ ان کی روایات قبول ہیں۔ چنانچہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ امام احمد نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ "ارجوا ان یکون صالح الحدیث." (میزان الاعتدال ص ۲۳۶ ج ۳)

اور آخر میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ "کان عمران القطان یری رای الخوارج ولم یکن داعیة" (ص ۲۳۷ ج ۳) کہ خارجی تو تھے لیکن داعی نہیں تھے اور مبتدع جب داعی الی بدعتہ نہ ہو تو پھر اس کی روایت محدثین کے ہاں قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لسان المیزان کے مقدمہ میں مبتدعین کی روایت کے قبول اور عدم قبول کے متعلق تین قول نقل کرتے ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مبتدع اپنے مذہب کی طرف داعی ہو تو اس کی روایت قبول نہیں ہے لیکن اگر وہ داعی نہ ہو اور صادق بھی ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے۔

اسی بحث میں انہوں نے یزید بن ہارون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "یکتب عن کل صاحب بدعة اذا لم یکن داعیة" (ص ۱۰ ج ۱) اور پھر اسی تیسرے قول کے متعلق لکھتے ہیں واما التفصیل فھو الذی علیه اکثر اھل الحدیث بل نقل فیه ابن حبان اجماعھم (لسان المیزان ص ۱۰ ج ۱) کہ اس تفصیل والے قول کو اکثر محدثین نے اختیار کیا ہے، بلکہ ابن حبان نے اس پر محدثین کا اجماع نقل کیا ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ "وینبغی ان یقید قولنا بقبول روایة المبتدع اذا کان صدوقا ولم یکن داعیة بشرط ان لا یکون الحدیث الذی یحدث به مما یعضد بدعته ویشیدھا. الخ" (ص ۱۱ ج ۱)

یعنی محدثین کا یہ قاعدہ کہ مبتدع جب صادق ہو اور داعی نہ ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے، اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ وہ روایت ایسی نہ ہو جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے مقدمہ فتح الملہم میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور ابن حجر وسیوطی کے اقوال نقل کئے ہیں کہ غیر داعی مبتدع جب صادق ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۶۶،۶۵ ج ۱)

علامہ نووی تقریب میں لکھتے ہیں کہ "وقیل یحتج به ان لم یکن داعیة الی بدعته ولا یحتج به ان کان داعیة وهذا هو الاظهر الاعدل وقول الکثیر والاکثر." (ص ۳۲۵ ج ۱) غیر داعی کی روایت سے دلیل پکڑی جا سکتی ہے اور داعی کی روایت سے نہیں اور یہی قول اعدل اور ظاہر اور اکثر محدثین کا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متبدع کے اندر جب تین صفات موجود ہوں تو اس کی روایت قبول کی جاتی ہے۔

(۱) جب وہ صادق ہو۔

(۲) جب داعی نہ ہو۔

(۳) جس روایت کو بیان کرتا ہو اس سے اس کی بدعت کی تائید نہ ہوتی ہو۔

اب اس قانون کے تحت جب ہم عمران القطان کو دیکھتے ہیں تو وہ صادق بھی ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ " صـــدوق"(۲۶۴) اور داعی بھی نہیں تھا جیسے کہ ذہبی نے میزان میں (ص ۲۳۷ ج ۳) اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب (ص ۱۳۲ ج ۸) میں یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے "ولم یکن داعیة" اور ظہور مہدی کی روایت سے خوارج کے کسی عقیدے کی تائید بھی نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا عمران القطان کی یہ روایت قابل قبول ہونی چاہئے۔

یہ تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب عمران کو خارجی تسلیم کیا جائے جیسے کہ بعض محدثین کا قول ہے، لیکن بعض محدثین کہتے ہیں کہ یہ خارجی نہیں تھے۔ ان کے ایک فتویٰ کی وجہ سے لوگ انہیں خارجی سمجھ رہے ہیں جبکہ اس فتویٰ کا معروف خارجی عقیدے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں یزید بن زریع کے اس قول کے بعد کہ "کان حروریا" یعنی عمران خارجی تھے۔ لکھتے ہیں "قلت فی قوله حروریا نظر ولعله شبهة بهم" (ص ۱۳۱ ج ۸) کہ ان کو خارجی کہنا محل نظر ہے شاید کچھ محدثین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حافظ نے غلط فہمی کا منشاء واضح کیا ہے کہ جب ابراہیم اور محمد نے منصور کے خلاف خروج کیا تھا تو عمران نے ان کے حق میں فتویٰ دیا تھا جس کی وجہ سے محدثین کو غلط فہمی ہوئی اور محدثین نے لکھا ہے کہ "کـــان یـری السیف علـی اهل القبلة." (تہذیب ص ۱۳۱ ج ۸) یعنی اہل قبلہ کے قتل کو جائز جانتے تھے۔ حالانکہ ابراہیم کے خروج کا معروف خوارج کے ٹولے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، چنانچہ حافظ لکھتے ہیں کہ "لیس هؤلاء من الحروریة فی شیء." (تہذیب ص ۱۳۲ ج ۸) کہ ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کا خوارج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ وہ تو اہل بیت میں سے تھے۔

بہر حال اگر خارجی بھی تھے تو صرف خارجی ہونا وجہ حرج نہیں ہے اس لئے کہ خوارج تو سب سے زیادہ سچے تھے کیونکہ وہ کذب کو کفر سمجھتے تھے اس لئے محدثین کا قول ہے کہ "لیس فی اهل الاهواء اصح حدیثا من الخوارج." (میزان ص ۲۳۶ ج ۳) کہ اہل بدع میں خوارج سے زیادہ صحیح حدیث والے کوئی نہیں تھے۔ امام بخاری، ساجی،

عقیلی، ابن شاہین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۳۲ ج ۸)

(۱۰) دسویں حدیث جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ ہے جو ترمذی، حاکم اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدریؓ سے نقل کی ہے "عن ابی سعید الخدری ﷺ قال خشینا ان یکون بعض شی ء حدث فسالنا نبی اللہ ﷺ فقال ان فی امتی المھدی یخرج و یعیش خمساً او سبعاً او تسعاً ۔الخ" (مقدمہ ۳۱۵)

اس روایت میں ان حضرات نے زید العمی پر جرح کی ہے۔ زید العمی کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے لیکن کچھ محدثین نے توثیق بھی کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے عبداللہ بن احمد سے ان کے والد امام احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "صالح وھو فوق یزید الرقاشی" (تہذیب التہذیب ص ۴۰۸ ج ۳) کہ یزید رقاشی سے اونچے درجے کے ہیں اور صالح ہیں، یحییٰ بن معین کا بھی ایک قول توثیق کا ہے۔
(تہذیب ص ۴۰۸ ج ۳، میزان الاعتدال ص ۱۰۲ ج ۲)

ابوداؤد سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا "ما سمعت الا خیراً" یعنی میں نے ان کے بارے میں اچھا ہی سنا ہے۔ (تہذیب ص ۴۰۸ ج ۳)

دارقطنی نے بھی صالح کہا ہے۔
(ص ۴۰۸ ج ۳ تہذیب و کذا قال ابوبکر البزار صالح تہذیب ص ۴۰۸ ج ۳)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ زید العمی متفق علیہ ضعیف نہیں اور نہ بالکل بے حقیقت ہیں جیسا کہ اختر صاحب کا ارشاد ہے بلکہ کئی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

نیز یہ کہ ابوسعید خدری ﷺ کی یہ روایت صرف زید عمی کی سند سے نہیں بلکہ یہ

حدیث متعدد سندوں سے منقول ہے جیسے کہ خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس روایت کو حاکم نے بھی کئی سندوں سے ابوسعید خدری ﷺ سے نقل کیا ہے۔ حاکم کی ایک روایت میں ابوالصدیق ناجی سے نقل کرنے والے سلیمان بن عبید ہے جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ دوسری سند میں ابوالصدیق ناجی سے نقل کرنے والے مطر الوراق اور ابوہارون العبدی ہیں، تیسری سند میں ابوالصدیق سے نقل کرنے والے عوف الاعرابی ہیں۔

طبرانی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے، طبرانی کی سند میں ابوالصدیق الناجی سے نقل کرنے والے ابوالواصل عبدالحمید بن واصل ہیں، جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی نقل میں زید العمی ابوالصدیق الناجی سے متفرد نہیں ہیں بلکہ مستدرک حاکم میں ان کے متابع سلیمان بن عبید مطر الوراق، ابوہارون العبدی، عوف الاعرابی اور طبرانی میں عبدالحمید بن واصل موجود ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زید العمی کی تضعیف سے روایت پر کچھ اثر نہیں پڑتا ہے اس لئے کہ روایت کرنے میں وہ متفرد نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ روایت درحقیقت مسلم کی اس روایت کی شرح ہے جو باب اول میں ہم مسلم کے حوالے سے ابوسعید خدری ﷺ سے نقل کر چکے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں "عن ابی سعید قال من خلفائکم خلیفة یحثو المال حثواً" اور دوسری روایات میں ہے کہ "یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعده."

(ملاحظہ ہو مسلم کتاب الفتن ص ۳۵۵ ج ۲)

جریری نے جب اس روایت کے بیان کے بعد ابونضرہ اور ابوالعلاء سے پوچھا کہ کیا اس سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں اور یہی روایت مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ سے بھی مروی ہے۔ جب مسلم اور سنن کی روایتوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہیں۔ البتہ سنن اور مستدرک کی روایتیں تفصیلی ہیں اور مسلم کی روایت اجمالی ہے تو معلوم ہوا کہ نفس روایت ثابت ہے۔

اگرچہ ابن خلدون نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ حدیثیں مسلم والی احادیث کی تفسیر نہیں ہیں، لکھتے ہیں "واحادیث مسلم لم یقع فیها ذکر المهدی ولا دلیل یقوم علیٰ انه المراد منها." (مقدمہ ص ۳۱۶) کہ مسلم کی احادیث میں مہدی کا ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی دلیل اس پر قائم ہے کہ مہدی ہی ان احادیث سے مراد ہیں لیکن محدثین نے ابن خلدون کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوداؤد، ترمذی والی احادیث مسلم کی ان مجمل احادیث کی تفسیر ہیں۔ چنانچہ علامہ اُبی مالکی اکمال اکمال المعلم شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

"قیل ان هذا الخلیفة هو عمر بن عبدالعزیز ولایصح اذ لیست فیه تلک الصفات و ذکر الترمذی وابوداؤد (وکذاالحاکم) هذا الخلیفة وسمیاه بالمهدی وفی الترمذی لاتقوم الساعة حتی یملک العرب رجل من اهل بیتی یواطئ اسمه اسمی وقال حدیث حسن وزاد ابوداؤد یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً ومن حدیث ابی سعید وقال خشینا ان یکون بعدنبینا حدث فسألناه فقال یخرج من امتی المهدی

یعیش خمساًاو سبعاً او تسعاً زید الشاک قال قلنا وما ذاک یا رسول الله قال سنین قال یجیئ الیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی یا مهدی اعطنی قال فیحثی له فی ثوبه ما استطاع ان یحمله قال حدیث حسن وفی ابی داؤد المهدی من امتی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً یملک سبع سنین فهذه اخبار صحیحة مشهورة تدل علیٰ خروج هذا الخلیفة الصالح فی آخرالزمان و هو منتظر اذ لم یوجد من کملت فیه تلک الصفات التی تضمنها تلک الحدیث قلت وقال ابن العربی ولا خلاف انه سیکون ولیس المهدی المتقدم." (ص ۲۵۳ ج ۷ اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم)

یعنی کہا گیا ہے کہ ان احادیث میں (یعنی مسلم والی احادیث میں) جو خلیفہ مذکور ہے یہ عمر بن عبدالعزیز ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ صفات حضرت عمر بن عبدالعزیز میں موجود نہیں تھیں، ترمذی، ابوداؤد نے اس خلیفہ کا ذکر مہدی کے نام سے کیا ہے، چنانچہ ترمذی میں منقول ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی عرب کا بادشاہ نہ بن جائے اس کا نام میرے نام پر ہوگا اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور ابوداؤد میں اس روایت کے ساتھ یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ وہ خلیفہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی اور ابوسعید خدری کی روایت میں ہے کہ ہم ڈر گئے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی واقعہ پیش نہ آئے تو ہم نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میری امت میں سے مہدی نکلیں گے

خلافت کے بعد یا تو پانچ سال یا سات سال یا نو سال رہیں گے اس حدیث کے راوی زید کو شک ہوا کہ کونسا عدد ذکر کیا تھا ہم نے پوچھا کہ اس عدد سے کیا مراد ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سال مراد ہیں، پھر فرمایا کہ مہدی کے پاس آدمی آئے گا کہے گا کہ اے مہدی مجھے مال دے دے تو ہاتھ بھر بھر کر اس کو کپڑے میں اتنا دیں گے جتنا وہ اٹھا سکے گا ابوداؤد نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور ابوداؤد میں ہے کہ مہدی میری امت میں سے ہوگا، کھلی پیشانی والا اور اونچی ناک والا زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔ سات سال تک بادشاہ رہے گا۔ یہ سب احادیث صحیح اور مشہور ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ اس صالح خلیفہ کا ظہور آخر زمانے میں ہوگا اس لئے کہ اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں آیا جس میں ان احادیث میں مذکورہ صفات مکمل طور پر موجود ہوئی ہوں، ابن عربی نے کہا کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ مہدی آئندہ آئے گا اور پہلے مہدی کے نام سے جو خلیفہ گزرا ہے وہ مراد نہیں ہے اسی قسم کی عبارت ان الفاظ کے ساتھ مسلم کی دوسری شرح مکمل اکمال الاکمال للسنوسی میں ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۵۳ ج ۷)

شارحین مسلم کی ان عبارتوں سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ایک کہ ابوداؤد ترمذی ومستدرک حاکم کی روایتیں مسلم والی روایتوں کی شرح اور تفصیل ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ کہ مسلم والی احادیث سے مراد مہدی ہیں۔ اگرچہ ان کے نام کی صراحت نہیں ہے۔

(۳) تیسری بات یہ کہ وہ آئندہ آئیں گے۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ ابوداؤد اور ترمذی کی یہ احادیث جن میں مہدی کا ذکر ہے صحیح اور مشہور ہیں۔ واللہ الموفق

اس پوری تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ ابوداؤد کی روایت جس کی سند میں زید العمی تھے بے حقیقت اور ساقط نہیں ہے، جیسا کہ ابن خلدون اور اختر صاحب کی رائے ہے۔

اس روایت میں اور آنے والی کچھ روایتوں میں اختر صاحب نے ابوالصدیق الناجی پر بھی جرح کی ہے لکھتے ہیں کہ ان کی روایت کو آئمہ حدیث نے رد کیا ہے ان کا پورا نام بکر بن عمرو المعافری ہے۔

لیکن اختر صاحب کی یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں نہ تو ابوالصدیق بکر بن عمرو معافری ہیں جیسے کہ اختر صاحب کا ارشاد ہے بلکہ ان کا نام بکر بن عمرو الناجی ہے اور بعض محدثین نے بکر بن قیس نام ذکر کیا ہے، یہ الگ ہیں اور بکر بن عمرو معافری الگ ہیں اسماء رجال کی کتابوں میں دونوں الگ الگ مذکور ہیں۔ اختر صاحب نے محنت کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ورنہ یہ مغالطہ پیش نہ آتا۔ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب کے باب الکنٰی میں لکھتے ہیں کہ "ابو الصديق بتشديد الدال المكسورة هو بكر بن عمرو وقيل ابن قيس ابو الصديق الناجي بالنون والجيم بصری ثقه" (ص ۴۷)

تقریب میں حافظ نے ان کے نام سے پہلے بکر بن عمرو معافری کا ذکر الگ کیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ مذکورہ۔ معافری مصری ہے اور ابوالصدیق بصری ہے، نیز ابوالصدیق صحاح ستہ کے راوی ہیں حافظ نے ان کے نام پر "ع" کی علامت بنائی ہے۔ تہذیب

التہذیب میں بھی حافظ ابن حجر نے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۴۸۵، ۴۸۶ ج ۱)

ابوالصدیق کے بارے میں تہذیب میں لکھا ہے کہ "قال ابن معین و ابوذرعه والنسائی ثقة وذکره ابن حبان فی الثقات." (ص ۴۸۶ ج ۱) یعنی ابن معین ابوذرعہ اور نسائی نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح کتاب الجرح والتعدیل میں ابن ابی حاتم نے دونو کو الگ الگ ذکر کیا ہے اور ابوالصدیق کے بارے میں یحییٰ ابن معین اور ابوذرعہ سے توثیق کے اقوال نقل کئے ہیں۔

(ملاحظہ ہو ص ۳۹۰ ج ۲)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ بکر بن عمرو معافری الگ آدمی ہیں جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے اور بکر بن عمرو ناجی الگ آدمی ہے جو متفق علیہ ثقہ ہیں کسی نے بھی ان پر جرح نہیں کی ہے۔

(۱۱) گیارہویں روایت جس پر اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ بھی ابوسعید خدریؓ کی مستدرک حاکم کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعة حتی تملأ الارض جوراً وظلماً وعدواناً ثم یخرج من اهل بیتی رجل یملاها قسطاً وعدلاً. الخ"

اس روایت پر ابن خلدون نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۱۶)
لیکن اختر صاحب نے اس روایت میں ابوالصدیق الناجی پر کلام کیا ہے جس کا جواب اس سے ماقبل والی حدیث کے ضمن میں گزر چکا ہے، حاکم نے اس روایت کو علیٰ شرط الصحیحین کہا ہے وکذا الذهبی۔

(۱۲) بارہویں روایت جس پر کلام کیا گیا ہے وہ بھی مستدرک حاکم کی ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے، الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"عن ابی سعید الخدریؓ عن رسول اللہ ﷺ قال یخرج فی آخر امتی المهدی. الخ" اس روایت کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے اس کے سب راوی صحیحین کے ہیں سوائے سلیمان بن عبید کے لیکن سلیمان بن عبید بھی ثقہ ہیں، ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۶)

(۱۳) تیرہویں روایت جس پر اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ مستدرک حاکم کی ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ قال تملأ الارض جوراً وظلماً فیخرج رجل من عترتی فیملک سبعاً او تسعاً. الخ"

اس روایت میں ابو ہارون عبدی پر بھی کلام کیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۱۶)
لیکن ہارون عبدی کی تضعیف کی وجہ سے روایت پر ضعف کا حکم صحیح ہے، اس لئے کہ ابو ہارون عبدی کے ساتھ اس روایت کو ابوالصدیق الناجی سے مطر الوراق بھی نقل کرتے ہیں جو ثقہ ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں صدوق (ص ۳۳۸) نیز مسلم کے راوی بھی ہیں۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ مطر من رجال مسلم حسن الحدیث (میزان الاعتدال ص ۱۲۷ ج ۴) کہ مطر الوراق مسلم کے راوی ہیں اور اچھے حدیث والے ہیں، یہ روایت مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

ابوحاتم نے ان کو صالح الحدیث اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے، بخاری میں بھی

تعلیقاً ان کی روایت ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص۱٦۸ ج۱۰) خلیفہ نے کہا کہ **لا باس به** عجلی نے کہا کہ "**بصری صدوق وقال مرة لاباس به وقال ابوبکر البزار لیس به باس**" نیز بزار کا قول ہے کہ "**لا نعلم احدا ترک حدیثه وقال الساجی صدوق**" (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص۱٦۹،۱٦۸ ج۱۰) یحییٰ بن معین، ابوزرعہ، ابوحاتم سب نے صالح کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الجرح والتعدیل ص۲۸۸ ج۸)

اسی روایت میں ابن خلدون نے اسد بن موسیٰ پر بھی جرح کی ہے حالانکہ وہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں اور قوی ہیں، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ صدوق (تقریب ص۳۱) بخاری، ابوداؤد، سنن نسائی کے راوی ہیں، علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے "**قال النسائی ثقة وقال البخاری هو مشهور الحدیث وقد استشهد به البخاری فاحتج به النسائی وابوداؤد وما علمت به باساً.**"

(میزان ص۲۰۷ ج۱)

ابن حزم نے ان کی تضعیف کی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی نے لکھا ہے "**وهذا تضعیف مردود**" (میزان ص۲۰۷ ج۱) کہ ابن حزم کی تضعیف مردود ہے اور راسد بن موسیٰ ثقہ ہیں ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں بخاری نسائی ابن یونس ابن قانع، عجلی، بزار، ابن حبان وغیرہ سے ان کی توثیق نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۲٦۰ ج۱) اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ ابوہارون العبدی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔

(۱۴) چودھویں روایت جس پر ابن خلدون وغیرہ نے کلام کیا ہے وہ بھی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی، جس کو امام طبرانی نے معجم الاوسط میں نقل کیا ہے، الفاظ

یہ ہیں "**عن ابی سعید الخدریؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یخرج رجل من امتی یقول بسنتی ینزل الله عزوجل له القطر من السماء وتخرج الارض برکتها وتملأ الارض منه قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یعمل علیٰ هذه الامة سبع سنین و ینزل علیٰ بیت المقدس.**"

اس روایت کی سند میں حسن بن یزید اور ابوالواصل پر کلام کیا ہے۔ لیکن ان دونوں کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص۲۱۷) لہٰذا یہ روایت بھی قوی ہے نیز یہ کہ ماقبل والی روایتیں بھی تائید میں موجود ہیں۔ نیز حسن بن یزید کو حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ثقہ لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۳۲۸ ج۲)

اس روایت پر اختر صاحب نے عقلی اعتراض بھی کیا ہے لکھتے ہیں کہ ہم مضمون حدیث کے بارے میں ایک اور طرح بھی سوچنے پر مجبور ہیں اس حدیث میں ظہور مہدی کی خوشخبری تو موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بیت المقدس مسلمانوں کے پاس نہ ہونے کی بدشگونی بھی جھانک رہی ہے، اب اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے تو عالم اسلام کے تن آسان مسلمان کیوں نہ یہ کہہ کر جہاد سے جی چرائیں کہ بیت المقدس کے لئے ہماری کوشش ہی عبث ہے کیونکہ یہ تو امام مہدی فتح کریں گے خدا کے رسول کا فرمان تو غلط نہیں ہوسکتا، ان سادہ دل مسلمانوں کو تو معلوم نہیں کہ یہ خدا کے رسول کا فرمان بھی ہے کہ نہیں۔

لیکن اختر صاحب کی یہ بات بوجوہ صحیح نہیں:

(۱) ایک تو اس لئے کہ روایت کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں اس میں فتح کا کوئی

ذکر نہیں "وینزل علی بیت المقدس " کا لفظ ہے جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ بیت المقدس جائیں گے۔

(۲) نیز حدیث میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے کہ مسلمان تن آسانی اختیار کر کے بیٹھ جائیں اور فتح بیت المقدس کے لئے جہاد نہ کریں، آج کل پورا عالم اسلام ویسے ہی تن آسانی میں مبتلا ہے، پورے عالم اسلام میں دس فیصد بھی مسلمان ایسے نہیں ہوں گے کہ جن کو اس حدیث کا علم ہو یا اس حدیث نے ان کو جہاد سے روکا ہے بلکہ حدیث میں جو فتح بیت المقدس کا اشارہ ہے ممکن ہے اس سے مسلمانوں کی موجودہ یاس شاید آس سے بدل جائے کیوں کہ موجودہ دور کا مسلمان اگرچہ زبانی اقرار نہ کرے لیکن عملاً ہم سب یہود کو ناقابل تسخیر اور مافوق الفطرت مخلوق مانتے ہیں، اس لئے مقبوضہ علاقوں کے لئے حربی کوشش سے کنارہ کش ہوگئے ہیں، کبھی مذاکرات کئے جاتے ہیں اور کبھی عالمی اداروں کے دروازوں پر دُہائی دیتے ہیں حالانکہ ان اداروں نے ہمیشہ مسلم دشمنی کا ثبوت پیش کیا ہے اب تو کئی ممالک اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔

(۱۵) پندرہویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "عن عبداللہ بن مسعودؓ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ اذاقبل فتیة من بنی ھاشم فلما راھم رسول اللہ ﷺ ذرفت عیناہ وتغیر لونہ قال فقلت مانزال نری فی وجھک شیئاً نکرھہ فقال انا اھل البیت اختار اللہ لنا الآخرة علی الدنیا.الخ"

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے یزید بن ابی زیاد پر کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۷)۔ یزید بن ابی زیاد پر اگرچہ بعض محدثین نے جرح کی ہے اور اس روایت کو ناقابل اعتبار بتایا ہے لیکن یہ روایت ثابت ہے باب اول کی حدیث نمبر ۴۱ کے تحت اس کی پوری بحث گزر چکی ہے۔ اس قسم کی روایت منتخب کنزالعمال میں مسند احمد اور مستدرک کے حوالے سے حضرت ثوبانؓ نے نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۹ ج ۶ علیٰ ہامش مسند احمد) اور مستدرک حاکم مسند احمد وغیرہ کے بارے میں منتخب کنزالعمال کے اول میں یہ لکھا ہے کہ "ما فی الکتب الخمسة خ م حب ک ض صحیح فالعزو الیھا معلم بالصحة سوی مافی المستدرک من المتعقب فانبه علیه ص ۹ ج ۱ علیٰ ھامش مسند احمد."

یعنی ان پانچ کتابوں میں جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں پس ان کتابوں کی طرف کسی حدیث کا منسوب ہونا اس حدیث کی صحت کی علامت ہوگی، ہاں مستدرک کی وہ بعض روایتیں کہ جن پر محدثین نے تنقید کی ہے اس پر تنبیہ کروں گا، ان پانچ کتابوں سے مراد بخاری، مسلم صحیح ابن حبان مستدرک اور مختارہ ضیاء مقدسی ہیں۔ اب مستدرک کی اس روایت پر منتخب کنزالعمال میں کوئی تنبیہ نہیں کی گئی ہے۔

لہٰذا یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے۔ نیز یہ روایت مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ "حدثنا وکیع عن الاعمش عن سالم عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رأیتم رایات السود قد جاء ت من قبل خراسان فائتوھا فان فیھا خلیفة اللہ المھدی" (ص ۲۷۷ ج ۵) اس روایت کے رُواۃ سب ثقہ ہیں اور

عادل ہیں تفصیل باب اول میں حدیث نمبر ۱۴ کے تحت گزر چکی ہے، نیز مستدرک میں یہ روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ (ملاحظہ ہو مستدرک ص ۵۰۲ ج ۴)

بہرحال اس تفصیل سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ رأیات سود کی روایت بے اصل نہیں ہیں، نیز یزید بن ابی زیاد کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یعقوب بن سفیان سے نقل کیا ہے کہ "یزید وان کانوا یتکلمون فیه لتغیره فهو علی العدالة والثقه" (ص ۳۳۱ ج ۱۱) یعنی یزید پر اگرچہ تغیر کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے لیکن وہ عادل اور ثقہ ہیں۔

ابن شاہین نے ثقات میں شمار کیا ہے، احمد بن صالح مصری نے ثقہ کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ "ولا یعجبنی قول من تکلم فیه" (تہذیب ص ۳۳۱) کہ یزید پر کلام کرنے والوں کا قول مجھے پسند نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ "کان ثقه" (تہذیب ص ۳۳۱ ج ۱۱) کہ یزید ثقہ تھے، امام مسلم نے ان کو طبقہ ثالثہ کے راویوں میں شمار کیا ہے اور ان سے روایتیں نقل کی ہیں۔ (تہذیب ص ۳۳۱ ج ۱۱)

(۱۶) سولہویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ حضرت علی ﷛ کی ابن ماجہ والی روایت ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں "قال رسول الله ﷺ المهدی منا اهل البیت. الخ"

اس روایت میں ابن خلدون نے یاسین العجلی پر کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۱۸) لیکن یاسین العجلی پر کسی محدث نے جرح نہیں کی ہے، حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں "لا باس به" (۳۷۳) تہذیب التہذیب میں یحییٰ ابن معین سے

منقول ہے کہ "لا باس به" اور اسحاق بن منصور نے ان کے متعلق یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے "صالح" ابوزرعہ سے منقول ہے کہ "لا باس به" (ص ۱۳ ج ۱۱) اور تہذیب ہی میں ہے کہ سفیان ثوری اس حدیث کے متعلق ان سے پوچھتے تھے۔ (ص ۱۷۳ ج ۱۱)

اور یہ حدیث بھی قوی ہے، جن محدثین نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے ان کو غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے اس یاسین ابن شیبان العجلی کو یاسین بن معاذ زیات سمجھ کر حدیث کی تضعیف کی ہے حالانکہ وہ دوسرا آدمی ہے۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ "ووقع سنن ابی ماجة عن یاسین غیر منسوب فظنه بعض الحفاظ المتاخرین یاسین بن معاذ الزیات فضعف الحدیث به فلم یصنع شیئاً." (ص ۱۷۳ ج ۱۱) کہ سنن ابن ماجہ کی سند میں یاسین کا نام بغیر کسی نسبت کے ذکر ہو گیا تو بعض متاخرین حفاظ نے اس کو یاسین بن معاذ زیات سمجھ کر حدیث کو ضعف کہا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے غلط فہمی کی وجہ سے کی ہے جو صحیح نہیں، یہ روایت صحیح ہے۔

(۱۷) اس حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں "عن علی ﷛ انه قال للنبی ﷺ أمنا المهدی ام من غیرنا یا رسول الله فقال بل منا. الخ"

یہ حدیث امام طبرانی کی معجم اوسط کے حوالے سے مقدمہ ابن خلدون میں (ص ۳۱۸) یہ منقول ہے اس میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے ابن لہیعہ پر جرح کی ہے، ابن لہیعہ کا نام عبداللہ بن لہیعہ ہے محدثین نے ان پر کافی کلام کیا ہے مگر ان کا واقعہ یہ ہے کہ ۱۶۹ھ میں ان کی مرویات کی کتابیں جل گئی تھیں جس کی وجہ سے اس کے بعد یہ

یاد سے روایتیں بیان کرتے تھے تو کچھ خلط واقع ہو جاتا تھا میزان الاعتدال ص ۴۷۷ ج ۲ اور امام بخاری نے فرمایا کہ ۱۷۰ھ میں جلی تھیں۔

بہر حال اس واقعے کے بعد ان کی روایتوں میں خلط واقع ہوا تھا جس کی وجہ سے محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ایک واقعہ دوسرا بھی پیش آیا تھا کہ جس کی وجہ سے ان کے دماغ پر کچھ اثر ہوا تھا، چنانچہ میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی نے عثمان بن صالح کا قول نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کی نماز کے بعد گدھے پر سوار ہو کر گھر جا رہے تھے کہ راستے میں گر پڑے جس کی وجہ سے ان کے دماغ پر چوٹ آئی تو کچھ حافظہ کمزور ہو گیا۔ ورنہ فی نفسہ صادق اور ثقہ تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ **"عبدالله بن لهيعة ابن عقبه الحضرمى ابو عبدالرحمن المصرى القاضى صدوق خلط بعد احتراق كتبه. الخ"** (ص ۱۸۶) کہ یہ صادق اور سچے ہیں البتہ کتابیں جل جانے کے بعد روایتوں میں خلط واقع ہوا تھا، یعنی فی نفسہ صادق ہیں اور مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۱۸۶) چنانچہ احمد بن صالح ابن وہب وغیرہ نے مطلقاً توثیق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ص ۴۷۶ و ص ۴۷۷ ج ۲) اور خود ذہبی کا قول ہے کہ **کامل صدوق** (میزان الاعتدال ص ۴۸۳ ج ۲) معتدل بات وہی ہے جو کہ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے فرمائی ہے کہ ابن لہیعہ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن پھر بھی ان کی احادیث کو استشہاداً پیش کیا جا سکتا ہے۔

(درس ترمذی ص ۱۹۸ ج ۱)

کچھ محدثین نے کتابیں جلنے سے پہلے کی روایات کو قبول کیا ہے اور بعد والی کو

ضعیف کہا ہے اور کچھ نے خاص شاگردوں کی روایات کو قبول کیا ہے تفصیل اسماء رجال کی کتابوں میں موجود ہے لیکن بہر حال محدثین اس پر متفق ہیں کہ بالکل ساقط الاعتبار نہیں ہیں اسی لئے تو امام مسلم نے ان کی روایتیں استشہاداً نقل کی ہیں۔

ابن خلدون نے اس حدیث کے ایک دوسرے راوی عمرو بن جابر الحضرمی پر بھی جرح کی ہے لیکن عمرو بن جابر کی توثیق بھی کی گئی ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ **"سالت ابى عن عمرو بن جابر الحضرمى فقال عنده نحو عشرين حديثاً هو صالح الحديث."** (کتاب الجرح والتعدیل ص ۲۲۴ ج ۶) کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے عمرو بن جابر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ وہ تقریباً بیس حدیثیں نقل کرتے ہیں اور صالح الحدیث ہیں۔ علامہ ذہبی نے بھی میزان الاعتدال میں عمرو بن جابر کے ترجمہ کے آخر میں ابو حاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ **"صالح الحديث له نحو عشرين حديثا"** (ص ۲۵۰ ج ۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ذہبی کی رائے بھی یہی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کئی محدثین سے ان کی توثیق نقل کی ہے، لکھتے ہیں کہ **"قلت ذكر ابن يونس انه توفى بعد العشرين ومائة وذكره البرقى فيمن ضعف بسبب التشيع وهو ثقة وذكره يعقوب بن سفيان فى جملة الثقات وصحح الترمذى حديثه."** (ص ۱۱ ج ۸) میں کہتا ہوں (یعنی ابن حجر) کہ ابن یونس نے ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات ۱۲۰ھ کے بعد ہوئی ہے اور برقی نے عمرو بن جابر کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے کہ جو فی نفسہ تو ثقہ ہیں لیکن تشیع کی وجہ سے ان کی تضعیف کی گئی ہے اور یعقوب بن سفیان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور

ترمذی نے ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے، ان اقوال سے معلوم ہوا کہ عمرو بن جابر بھی کچھ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، تضعیف تشیع کی وجہ سے کی گئی ہے اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ نفس تشیع وجہ ضعف نہیں ہے۔

(۱۸) اٹھارویں حدیث جس کو ابن خلدون اور اختر صاحب نے مجروح کیا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو طبرانی نے اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے الفاظ ہیں کہ "**عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال یکون فی آخر الزمان فتنة یحصل الناس فیھا کما یحصل الذھب فی المعدن فلا تسبوا اھل الشام. الخ**"

اس روایت میں بھی عبداللہ ابن لہیعہ پر کلام کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۱۹) لیکن یہ بھی صحیح نہیں ماقبل والی حدیث کے ضمن میں اسی راوی کے متعلق بحث گزر چکی ہے نیز اس حدیث کی حاکم نے بھی تصحیح کی ہے جیسا کہ خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ "**ورواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ.**" (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹) یعنی حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔

(۱۹) "**عن محمد بن الحنفیة قال کنا عند علی رضی اللہ عنہ فسالہ رجل عن المھدی فقال لہ ھیھات ثم عقد بیدہ سبعا فقال ذالک یخرج فی آخر الزمان. الخ**" (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹)

یہ روایت بالکل صحیح ہے، حاکم نے تو مستدرک میں اس روایت کے متعلق لکھا

ہے کہ "**ھذا حدیث صحیح علیٰ شرط الشیخین**" (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹) یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری و مسلم کے شرط پر پوری اترتی ہے اور خود علی شرط مسلم تو ابن خلدون نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ "**وانما ھو علیٰ شرط مسلم فقط**" (مقدمہ ص ۳۱۹) یعنی یہ روایت صرف مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور جب یہ روایت علیٰ شرط مسلم ہوگی تو صحیح بھی ہوگی جیسا کہ محدثین نے لکھا ہے کہ "**الصحیح اقسام اعلاھا ما اتفق علیہ البخاری ومسلم ثم ما انفرد بہ البخاری ثم مسلم ثم علیٰ شرطھما ثم علیٰ شرط البخاری ثم مسلم. الخ**" (تقریب للنووی ص ۲۱۳ ج ۱)

یعنی صحیح حدیث کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) وہ جو بخاری اور مسلم میں ہو۔

(۲) وہ جو صرف بخاری میں ہو۔

(۳) جو مسلم میں ہو۔

(۴) جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہو۔

(۵) جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

(۶) جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو حدیث مسلم کی شرط پر ہوگی وہ صحیح کی قسم ہے۔ اس کے راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے، جس کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے، ایک راوی عمار ذہبی پر تشیع کا الزام ہے لیکن امام احمد، یحییٰ بن معین، ابو حاتم، امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹)

(۲۰) بیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے مجروح ہونے کا حکم لگایا ہے وہ حضرت انس ؓ کی روایت ہے جس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے، الفاظ یہ ہیں کہ "عن انسؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول نحن ولد عبدالمطلب سادات اهل الجنة أنا وحمزة وعلی وجعفر والحسن والحسين والمهدی."

اس روایت میں ابن خلدون نے عکرمہ بن عمار اور علی بن زیاد پر جرح کیا ہے۔ عکرمہ بن عمار کے متعلق حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ صـــــدوق (ص ۲۴۲) یعنی سچے ہیں اور امام بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً نقل کیا ہے کہ مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق مندرجہ ذیل محدثین سے نقل کی ہے، یحییٰ بن معین، عثمان الدارمی، علی ابن المدینی، عجلی، ابوداؤد، امام نسائی، ابوحاتم، ساجی، علی بن محمد، طنافسی، صالح بن محمد، اسحاق بن احمد، ابن خلف البخاری، سفیان ثوری، ابن خراش، دارقطنی، ابن عدی، عاصم بن علی، ابن حبان، یعقوب بن شیبہ، ابن شاہین، احمد بن صالح۔

(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۲۶۲ تا ۲۶۳ ج ۷، و میزان الاعتدال ص ۹۱ ج ۳)

ان تمام محدثین کی توثیق کے مقابلے میں ابن خلدون کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اسی طرح علی بن زید کی محدثین نے توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے ان کو ذکر کر کے کوئی جرح نہیں کی ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (ص ۳۲۱، ۳۲۲ ج ۷)

نیز حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ عکرمہ سے اس حدیث کو عبداللہ بن تمیمی نے بھی نقل کیا ہے کہ "وکذالک روی هذ الحديث المذکور (ای حديث المهدی) محمد بن خلف الحدادی عن سعد بن عبدالحميد و تابعه ابو بكر محمد بن صالح القناد عن محمد بن الحجاج عن عبدالله بن زياد الحسينی عن عكرمه بن عمار." (ص ۳۲۱ ج ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی متعدد سندیں موجود ہیں لہٰذا حدیث بے اصل نہیں ہے، اس حدیث میں ابن خلدون نے سعد بن عبدالحمید پر بھی جرح کی ہے، حالانکہ یہ بھی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ صـــــدوق (ص ۱۱۸) یعنی سچے تھے اور علامہ ذہبی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ "لا بـــاس بـــه" (ص ۱۲۴ ج ۲ میزان الاعتدال) یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں تھی اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یحییٰ بن معین کے علاوہ صالح جزرہ کا قول بھی ان کی توثیق میں نقل کیا ہے نیز یہ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں، حالانکہ امام نسائی کے نزدیک جو راوی مجروح ہوتا ہے وہ اس سے نقل نہیں کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی قوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۷۷ ج ۳)

اور خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ "وجعله الذهبی ممن لم يقدح فيه كلام من تكلم فيه." (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۰) یعنی ذہبی نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے کہ کلام کرنے والوں کے کلام سے ان کے بارے میں کوئی قدح لازم نہیں آتی ہے یعنی یہ ثقہ ہیں کلام کرنے والوں کے کلام کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس تفصیل سے معلوم

ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

(۲۱) اکیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور ان کے مقلد اختر کاشمیری نے کلام کیا ہے وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مستدرک حاکم والی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "**قال ابن عباس منا اهل البيت اربعة منا السفاح ومنا المنذر ومنا المهدى (الى ان قال) واما المهدى الذى يملأ الارض عدلا كما ملئت جورا.الخ**"

اس روایت میں اسماعیل بن ابراہیم یعنی باپ اور بیٹے دونوں پر جرح کی گئی ہے اور ابن خلدون نے کہا ہے کہ دونوں ضعیف ہیں۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۲۰)

ابراہیم بن مہاجر محدثین کے نزدیک قوی ہیں۔ مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں، حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوق (ص ۲۳) یعنی سچے تھے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ "**لا باس به**" (ص ۶۷ ج ۱) یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ "**وقال الثورى واحمد لا باس به**" (ص ۱۶۷ ج ۱) یعنی سفیان ثوری اور امام احمد نے فرمایا کہ ان میں کوئی خرابی نہ تھی۔ امام نسائی نے بھی فرمایا "**ليس به باس**" (تہذیب ص ۱۶۸ ج ۱) ابن سعد نے کہا کہ "**ثقة**" (تہذیب ص ۱۶۸ ج ۱) علامہ ساجی نے کہا کہ صدوق، ابو داؤد نے کہا ہے کہ "**صالح الحديث**" ابوحاتم نے ان کے اور کچھ دوسرے راویوں کے بارے میں فرمایا کہ "**ومحلهم عندنا محل الصدق**" (تہذیب التہذیب ص ۱۶۸ ج ۱) ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ابراہیم قوی ہیں اور ثقہ ہیں ان کے بیٹے اسماعیل کے

بارے میں جرح کے اقوال بھی مروی ہیں لیکن بعض محدثین نے توثیق بھی کی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ (تقریب ص ۳۲)

علامہ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ "**قال عبدالله سالت ابى عن ابراهيم بن مهاجر فقال ليس به باس كذا وكذا وسالته عن ابنه اسماعيل فقال ابوه قوى فى الحديث منه وروى له الترمذى وابن ماجه.**" (تہذیب الکمال ص ۳۹ ج ۱) (نقلاً عن مضمون مولوی عبدالشکور صاحب کشمیری)

یعنی عبداللہ نے اپنے والد امام احمد سے ابراہیم کے متعلق پوچھا تو کہا کہ کوئی خرابی نہیں پھر ان کے بیٹے کے متعلق پوچھا یعنی اسماعیل کے متعلق پوچھا تو کہا کہ ان کے والد ان سے زیادہ قوی ہیں۔

محدثین کے نزدیک تو باپ بیٹے سے زیادہ قوی ہے، لیکن اختر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا باپ اس سے بلند درجے کا ضعیف ہے۔ یہ اختر صاحب کا اگر ذاتی خیال ہو تو الگ بات ہے باقی کسی محدث نے نہیں لکھا ہے۔

(۲۲) بائیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ ابن ماجہ کی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "**عن ثوبانؓ قال قال رسول الله ﷺ يقتتل عند كنزكم ثلاثه كلهم ابن خليفه ثم لا يصير الى واحد منهم ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق.**"

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ: "اس روایت کے راوی سب صحیحین کے ہیں البتہ ابوقلابہ مدلس ہیں۔" (مقدمہ ص ۳۲۰)

حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں، ثقہ اور فاضل ہیں۔ (تقریب ص ۱۷۴) اور تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق پر ابن سعد، مسلم بن یسار، ابن سیرین، ایوب سختیانی، عجلی وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں اور ابتداء میں لکھا ہے کہ "**احد الاعلام**" (ملاحظہ ہو تہذیب ص ۲۲۴ تا ۲۲۶ ج ۵) حافظ نے ان کی تدلیس کی بھی نفی کی ہے کہ "**ولا یعرف له تدلیس**"

(تہذیب ص ۲۲۶ ج ۵)

نیز یہ کہ یہ روایت ابوقلابہ ابواسماء رحبی سے نقل کرتے ہیں کہ ابواسماء رحبی اور ان کا زمانہ ایک تھا نیز ابواسماء رحبی بھی دمشق میں رہتے تھے۔ (ملاحظہ ہو تقریب ص ۲۶۲) اور یہ بھی آخری عمر میں شام میں رہتے تھے۔ (تقریب ص ۱۷۴ و تہذیب التہذیب ص ۲۲۶ ج ۵) اور ابواسماء رحبی سے ان کا سماع بھی دوسری متعدد احادیث میں ثابت ہے، تو اگر یہ روایت عن سے منقول ہے تو بھی امام بخاری و امام مسلم سب کے نزدیک یہ معنعن مقبول ہے رد کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے اگر صرف تدلیس کی وجہ سے کسی کی روایات کو رد کرنا شروع کیا جائے تو بہت سی احادیث سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

اسی حدیث میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے سفیان ثوری کو بھی مدلس کہہ کر روایت کو مجروح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کاش ابن خلدون اور اختر صاحب کچھ انصاف سے کام لیتے، اس مقام پر زیادہ مناسب ہے کہ وہ وہ عبارت نقل کر دوں جو کہ علامہ ذہبی نے عقیلی کے رد میں لکھی ہے، جب اس نے علی ابن المدینی پر جرح کی کہ "**افما لک عقل یا عقیلی اتدری فیمن تتکلم**" (میزان ص ۱۴۰ ج ۳) سفیان ثوری کی تدلیس کا کچھ حصہ محدثین نے ذکر کیا ہے لیکن اس کی وجہ سے کسی نے بھی ان کی

روایت کو رد نہیں کیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "**سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ابوعبدالله الکوفی ثقة حافظ فقیه عابد امام حجة. الخ**" (ص ۱۲۸) تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے ان کے اساتذہ میں خالد الحذاء کا نام بھی لکھا ہے جو اس حدیث میں ابھی ان کے استاد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد الحذاء سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت ہے باقی ان کی توثیق تو توثیق سے بقول خطیب بغدادی یہ مستغنی ہیں "**کما فی تهذیب التهذیب کان اماما من ائمة المسلمین وعلما من اعلام الدین مجمعا علیٰ امامته بحیث یستغنی عن تزکیته مع الاتقان والحفظ والمعرفة والضبط والورع والزهد.** (ص ۱۱۴ ج ۴) **وقال النسائی هو اجل من ان یقال فیه ثقة. الخ** (تہذیب التہذیب ص ۱۱۴ ج ۴) **وقال صالح بن محمد بن سفیان لیس یقدمه عندی احد فی الدنیا.**"

(تہذیب التہذیب ص ۱۱۵ ج ۴)

اسی حدیث میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے عبدالرزاق بن ہمام پر بھی جرح کی ہے کہ وہ شیعہ تھے ان کے تشیع کے بارے میں واقعی اقوال ہیں کہ یہ شیعہ تھے لیکن ثقہ تھے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ "**ثقه حافظ مصنف شهیر**" (ص ۲۱۴) نیز یہ صحاح ستہ کے راوی بھی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی روایات کی تخریج کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تقریب ص ۲۱۴) تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے عبدالرزاق سے اچھی حدیث والا بھی کسی کو دیکھا ہے تو فرمایا کہ نہیں (ص ۳۱۱ ج ۶) اور خود عبدالرزاق کے

استاد معمر کا قول ہے کہ "واما عبدالرزاق فخليق ان تضرب اليه اكباد الابل." (تہذیب ص۳۱۲) کہ عبدالرزاق اس کا مستحق ہے کہ اس کے پاس اونٹوں پر سفر کر کے حاضری دی جائے اور یہ بھی منقول ہے کہ یحییٰ بن معین کے سامنے کسی نے کہا کہ عبداللہ بن موسیٰ عبدالرزاق کی احادیث کو تشیع کی وجہ سے رد کرتا ہے "فقال كان عبدالرزاق والله الذى لا اله الا هو اعلىٰ فى ذالك منه مائة ضعف." (تہذیب التہذیب ص۳۱۳ ج۶) کہ یحییٰ بن معین نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ عبدالرزاق سو درجے عبیداللہ بن موسیٰ سے اچھے ہیں۔

اور عبداللہ ابن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے پوچھا کہ "هل كان عبدالرزاق يتشيع ويفرط فى التشيع فقال اما انا فلم اسمع منه فى هذا شيئا." (تہذیب ص۳۱۳ ج۶) کہ کیا عبدالرزاق غالی شیعہ تھا تو فرمایا کہ میں نے اس بارے میں ان سے کچھ نہیں سنا، اور خود عبدالرزاق کا قول ہے کہ اس بارے میں کبھی میرا انشراح نہیں ہوا کہ حضرت علی ﷜ کو حضرت ابو بکر ﷜ و عمر ﷜ پر فضیلت دوں۔ (تہذیب ص۳۱۳ ج۲) ابن خلدون اور اختر صاحب تو تشیع کو رو رہے ہیں، یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ "لوارتد عبدالرزاق ماتركناه حديثه" (تہذیب ص۳۱۲ ج۶) کہ عبدالرزاق اگر نعوذ باللہ مرتد ہو جائے پھر بھی ہم ان کی احادیث کو ترک نہیں کریں گے۔

اور علامہ ذہبی نے عباس بن عبدالعظیم کی جرح نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ "قلت ما وافق العباس عليه مسلم بل سائر الحفاظ وائمة العلم يحتجون به." (میزان الاعتدال ص۶۱۱ ج۲) کہ اس جرح پر کسی مسلمان نے بھی عباس کی موافقت نہیں کی ہے۔ بلکہ تمام محدثین عبدالرزاق کی احادیث کو قابل احتجاج مانتے ہیں اور علامہ ذہبی

نے میزان الاعتدال میں علی بن مدینی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ "ولو تركت حديث على وصاحبه محمد و شيخه عبدالرزاق و عثمان بن ابى شيبة وابرهيم ابن سعد و عفان وابان العطار واسرائيل وازهر السمان وبهزبن اسد وثابت البنانى وجرير بن عبدالحميد لغلقنا الباب وانقطع الخطاب ولماتت الاثار واستولت الزنادقة ولخرج الدجال." (ص۱۴۰ ج۲) کہ اگر ان مذکورہ لوگوں کی احادیث کو ہم ان پر جرح یا کسی بدعت کے موجود ہونے کی وجہ سے ترک کر دیں تو پھر تو روایات کا درواہ بند ہو جائے گا اور شریعت کا خطاب منقطع ہو جائے گا اور احادیث دنیا سے نابود ہو جائیں گی اور زنادقہ غالب ہو جائیں گے دجال نکل آئے گا۔

اور پھر لکھتے ہیں کہ "ثم ما كل احد فيه بدعة اوله هفوة او ذنوب يقدح فيه بما يوهن حديثه ولا من شرط الثقة ان يكون معصوماً من الخطايا والخطاء. الخ" (میزان الاعتدال ص۱۴۱ ج۲) اور ہر وہ آدمی جس میں کوئی بدعت ثابت ہو جائے یا جس کا کوئی غلط کلام مروی ہو جائے جو سبب قدح ہو اور اس سے اس کی حدیث ضعیف ہو جائے ایسا نہیں ہے۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ عبدالرزاق کی احادیث محدثین کے نزدیک قبول ہیں اور صرف تشیع سبب جرح نہیں جیسا کہ پہلے بھی تفصیل سے گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲۳) تیئیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ ابن ماجہ کی روایت ہے جو عبداللہ بن الحارث بن جزء سے مروی ہے "قال قال رسول الله ﷺ يخرج ناس من المشرق فيوطون للمهدى يعنى سلطانه. الخ"

اس روایت میں ایک تو عبداللہ ابن لہیعہ پر جرح کی گئی ہے جس کے بارے

میں بحث پہلے حدیث نمبر ۱۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے، اسی طرح ان کے شیخ عمرو بن جابر الحضرمی پر بھی جرح کی گئی ان کے بارے میں بھی بحث حدیث نمبر ۱۷ کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

(۲۴) چوبیسویں روایت حضرت ابو ہریرۃ ﷛ کی ہے جس کو ان دونوں حضرات نے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ **"عن ابی هريرة ﷛ عن النبی ﷺ يكون فی امتی المهدی. الخ"**

اس روایت میں محمد بن مروان العجلی پر کلام کیا ہے کہ وہ متفرد ہیں اس روایت کو صرف وہ نقل کرتے ہیں اور کسی نے نقل نہیں کی ہے۔ لیکن یہ بھی وجہ جرح نہیں ہے اس لئے کہ خود ابن خلدون نے تسلیم کیا ہے کہ محمد بن مروان ثقہ ہیں، ابوداؤد، ابن حبان، یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۲۱) تو جب محمد بن مروان ثقہ ہیں تو ان کے تفرد سے روایت مردود کیسے ہو سکتی ہے؟ کیونکہ ضعیف کے تفرد سے تو روایت پر ضعف کا حکم لگتا ہے لیکن ثقہ کے تفرد کی وجہ سے کسی محدث نے کبھی کسی روایت کو ضعیف نہیں کہا ہے، خصوصاً جبکہ مہدی کے بارے میں دوسری متواتر روایات بھی موجود ہیں۔

محمد بن مروان کی توثیق یحییٰ بن معین، امام ابوداؤد، مرۃ ابن حبان وغیرہ نے کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۴۳۶ ج ۹)

(۲۵) پچیسویں روایت بھی حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی ہے جس کی تخریج ابو یعلیٰ موصلی نے اپنے مسند میں کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ **"لا تقوم الساعة حتیٰ يخرج عليهم رجل من اهل بيتی. الخ"**

اس روایت میں بشیر بن نہیک کے اوپر جرح کی گئی ہے حالانکہ بشیر بن نہیک

صحاح ستہ کے راوی ہیں، امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں **ثقة** (ص ۴۶) کہ ثقہ تھے۔ عجلی اور امام نسائی نے بھی ثقہ کہا ہے (تہذیب التہذیب ص ۴۷۰ ج ۱) اور ابو حاتم کے قول **" لا يحتج بحديثه "** جو ابن خلدون نے نقل کیا ہے، اس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ **"وهذا وهم و تصحيف وانما قال ابو حاتم روىٰ عنه النضر بن انس وابو مجلز وبركة ويحيىٰ بن سعيد"** (تہذیب التہذیب ص ۴۷۰ ج ۱) کہ ابو حاتم نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ لوگوں کا وہم ہے اور عبارت میں تصحیف کی گئی ہے ابن سعد نے بھی ثقہ کہا ہے، ابن حبان نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے، امام احمد نے بھی ثقہ کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب ص ۴۷۰ ج ۱) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قوی ہے۔

(۲۶) حضرت قرۃ بن ایاس کی روایت جو مسند بزار اور معجم کبیر للطبرانی میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ **"لتملأن الارض جوراً وظلماً فاذا ملئت جوراً وظلماً بعث الله رجلاً من امتی اسمه اسمی واسم ابيه اسم ابی. الخ"**

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے داؤد بن المحبی بن المحرم پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو داؤد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ (مقدمہ ص ۳۲۲) ان دونوں کے حالات کتب اسماء رجال میں مل نہیں سکے لیکن دوسری صحیح روایات کی موجودگی میں ضعیف روایات بھی تائیداً پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۲۷) **"عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ فی نفر من المهاجرين والانصار (الی ان قال) فعليكم الفتی التميمی فانه يقبل من قبل المشرق وهو صاحب راية المهدی"**

اس روایت میں ابن خلدون وغیرہ نے ابن لہیعہ پر کلام کیا ہے جس کے بارے میں تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ ابن خلدون نے اس روایت میں عبداللہ ابن عمر کو بھی ضعیف کہا ہے ظاہر ہے کہ اس سے عبداللہ بن عمر بن خطابؓ تو مراد نہیں ہو سکتے کیوں کہ وہ تو صحابی ہے اور "الصحابة كلهم عدول" کا قاعدہ تو مشہور ہے اس کے علاوہ اس نام کے راوی تقریب التہذیب میں تقریباً آٹھ ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں عبداللہ بن عمر بن حفص کو بعد محدثین نے ضعیف کہا ہے لیکن وہ بھی اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔ اور مسلم، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

(ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص ۱۸۲)

(۲۸) اٹھائیسویں روایت حضرت طلحہ بن عبداللہ کی ہے جو طبرانی کے معجم اوسط کے حوالے سے مقدمہ میں منقول ہے، جس میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے مثنیٰ بن صباح پر جرح کی ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۲۲)

مثنیٰ اگرچہ اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لیکن ابن عدی نے ان کی احادیث کو صالح کہا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے کہ "قال ابن عدى له حديث صالح" (ص ۳۶ ج ۱) اور داؤد العطار نے کہا ہے "لم ادرك في هذا لمسجد اعبد من المثنى بن الصباح" (تہذیب التہذیب ص ۳۶ ج ۱) کہ اس مسجد میں ان سے زیادہ کسی عابد کو میں نے نہیں دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ بعض محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہیں، نیز ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی بھی ہیں۔

(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۳۵ ج ۱۰ و تقریب التہذیب ص ۳۲۸)

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ ضعیف روایات تائید میں پیش کی جا رہی ہیں۔ عقیدہ

ظہور مہدی ان ضعیف احادیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ کما مرّ یہ وہ بعض احادیث تھیں جن پر منکرین ظہور مہدی نے کلام کیا تھا۔ بعض منکرین نے اس سلسلے میں "لا مهدى الا عيسى" کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو ابن ماجہ وغیرہ میں منقول ہے، لیکن یہ خود ابن خلدون کے اقرار کے مطابق منقطع مضطرب اور ضعیف ہے۔

چنانچہ مقدمہ میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ "وهو منقطع و بالجملة فالحديث ضعيف مضطرب" (ص ۳۲۲) نیز بعض محدثین نے اس حدیث کو موضوع بھی کہا ہے جیسا کہ اس باب کے اول میں فوائد المجموعه للشوکانیؒ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ (فوائد مجموعہ ص ۵۱۰)

بہرحال ظہور مہدی متواتر احادیث سے ثابت ہے اور محدثین کے نزدیک قیامت کی علامت میں سے ہے جیسا کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کی کتاب علامات قیامت کے ضمن میں اس کو ذکر کیا ہے۔ نیز حدیث جبرائیل کے ضمن میں امارات قیامت پر بحث کرتے ہوئے محدثین نے جیسا کہ دوسری امارات و علامات کا ذکر کیا ہے اسی طرح ظہور مہدی کو بھی ثابت شدہ علامات قیامت میں ذکر کیا ہے۔

مسلم کی شرح اکمال المعلم میں علامہ اُبّی نے لکھا ہے کہ علامات قیامت کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ علامات کہ جو معتاد ہیں جیسا کہ علم کا اٹھ جانا، جہل کا ظاہر ہونا، زنا اور شراب نوشی کی کثرت اور دوسری علامات وہ ہیں کہ جو غیر معتاد ہیں جیسا کہ ظہور دجال، نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خروج یاجوج ماجوج، خروج دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔ اس کے بعد پانچ علامات غیر معتاد اور بھی ذکر کی ہیں اور

اس کے بعد پھر لکھا ہے کہ "وزادبعضهم فتح قسطنطنیه وظهور المهدی."

(ص۷۰،ج۱) یعنی محدثین نے فتح قسطنطنیہ اور ظہور مہدی کو بھی علامات قیامت میں ذکر کیا ہے، اسی قسم کی عبارت مکمل اکمال الاکمال میں علامہ سنوسی کی بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو ص۷۰،ج۱)

ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ ظہور مہدی محدثین کے نزدیک ثابت شدہ علامات قیامت میں سے ہیں۔

فی الحال ہم ان ہی گزارشات پر اکتفا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه

وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه آمین

و صلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و آله واصحابه اجمعین

نظام الدین شامزی

کراچی

۷ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ
کی دیگر تصانیف

- سچی توبہ
- درس بخاری
- فتاویٰ شامزی
- خطبات شامزی
- عقیدۂ ظہور مہدی
- فضائل مدینہ منورہ
- مسئلہ رویت ہلال
- شیوخ امام بخاریؒ
- میرا مسلک و مشرب
- پڑوسیوں کے حقوق
- مسلمانوں کے حقوق
- معارف شامزی (درس ترمذی)
- شرح مقدمہ صحیح مسلم (اصول حدیث)

مکتبہ شامزی
نزد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی
0300-9235105